توحید کے آئینے میں

تألیف

فضیلۃ الدکتور الشیخ عبد الرزّاق عبد المحسن البدر

مترجم

محمد رمضان بن ثناء اللہ زاہد

استاذ المعہد العلمی مرکز تعالیم القرآن والسنّہ بانہال جموں وکشمیر

مراجعہ وتصحیح

عبد اللطیف شیخ عبد الرشید الکندی

ناشر

مرکز الدعوۃ والارشاد مدینہ منورہ

توحید کے آئینے میں

تألیف

فضیلۃ الدکتور الشیخ عبد الرزّاق عبد المحسن البدر

مترجم

محمد رمضان بن ثناء اللہ زاہد

استاذ المعہد العلمی مرکز تعالیم القرآن والسنۃ بانہال جموں وکشمیر

مراجعہ وتصحیح

ڈاکٹر عبد اللطیف شیخ عبد الرشید الکندی

ناشر

مرکز الدعوۃ والارشاد مدینہ منورہ

ⓗ المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالمدينة المنورة ، ١٤٢٣هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

البدر ، عبدالرزاق عبدالمحسن العباد

دروس عقدية مستفادة من الحج / عبدالرزاق عبدالمحسن العباد

البدر - المدينة المنورة ، ١٤٢٣هـ

١١٢ ص ، ١٧ سم

ردمك : ٩٩٦٠-٩٤١٥-٠-٧ (النص باللغة الأوردية)

١- الحج أ- العنوان

ديوي ٢٥٢,٥ ١٤٢٣/٥٩٩٤

رقم الإيداع : ١٤٢٣ / ٥٩٩٤

ردمك : ٩٩٦٠-٩٤١٥-٠-٧

مطابع الرشيد ☎ ٨٣٦٨٣٨٢

☜ نام کتاب: **حج** توحید کے آئینے میں

☜ نام مصنف: د/عبدالرزاق عبد المحسن البدر

☜ نام مترجم: محمد رمضان بن ثناء اللہ زاہد

☜ طباعت: اوّل ۱۴۲۳ھ

☜ کمپیوزنگ: حافظ انس نضیر مدنی

☜ عدد: ۵۰۰۰

فہرستِ مضامین

بسم الله الرحمن الرحيم

تقديم بقلم فضيلة الشيخ

صالح بن فوزان الفوزان

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وبعد!

میں ایک مختصر رسالہ سے واقف ہوا جو دروس عقدية مستفادة من الحج کے عنوان سے تھا جس کو ڈاکٹر عبدالرزاق بن عبد المحسن البدر نے تحریر فرمایا۔ میں نے اس کو بہت مفید پایا جو عقیدہ کے باب میں ان قیمتی دروس پر مشتمل ہے جو حج سے حاصل ہوتے ہیں۔ تمام اسلامی عبادات کا یہی حال ہے کہ وہ توحید کی اساس پر قائم ہیں۔ خاص طور پر حج کیلئے کائنات کے اطراف واکناف سے عالم اسلام اللہ کے اس مقدس شہر میں جمع ہوتا ہے وہ مناسک حج کی تعلیمات کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے اخذ کرتے ہیں وہ ایک تعلیمی ٹریننگ کورس کی حیثیت رکھتا ہے اور جب یہاں سے لوگ لوٹتے ہیں تو انہوں نے وہ غلط مفاہیم ترک کئے ہوتے ہیں جو لے کر وہ آئے تھے، تو یہ حج کیا ہی عظیم موقعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی شان

میں ابراہیم سے خطاب کیا تھا:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ☆ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ ''تو لوگوں میں حج کی منادی کر، لوگ پیدل پا اور دبلے پتلے اونٹوں پر آئیں گے وہ دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں''۔

علماء پر واجب ہے کہ وہ ان منافع کو واضح کریں اور لوگوں کو کھول کھول کر بیان کریں تاکہ وہ اپنے حج سے مستفید ہوں۔

اس مختصر رسالے میں اس اہم ذمہ داری کو نبھایا گیا ہے۔ اللہ اس کے مصنف شیخ عبد الرزاق البدر کو جزائے خیر دے اور اللہ تعالیٰ ان کی اس رسالہ میں کوششوں سے اور اسی طرح ان کی دوسری مؤلفات سے فائدہ پہنچائے...... آمین

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه

بقلم صالح بن فوزان بن عبد الله الفوزان

٦/ ٨/ ١٤٢٠ھ

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير النبيين وإمام المرسلين، نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

أما بعد!

بلا شبہ حج ایک عظیم ایمانی تربیت گاہ ہے، جس میں مسلمان عظیم فوائد واسباق اور نفع بخش نصیحتیں حاصل کرتے ہیں جو زندگی کے مختلف نواحی اور دین کے تمام ابواب کو شامل ہیں، خواہ وہ عقائد وعبادات کا باب ہو یا سلوک وارشاد کا موضوع ہو، ان فوائد کو سمیٹنے میں لوگوں کے درجات ہیں کچھ لوگوں کو کم فائدہ پہنچتا ہے اور بعض کو بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے، کیونکہ توفیق اللہ وحدہ لاشریک لہ کے ہاتھ میں ہے، اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ حج کے باب میں توحید سے متعلق فوائد کو میں ضبط تحریر میں لاؤں، کیونکہ وہی بنیاد اور اساس ہے جس پر اعمال کی عمارت تعمیر کی جائے اور پورا دین بھی اسی اصل پر قائم ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ یہ فوائد توحید کی طرف ایک اشارہ ہے ورنہ حج میں فوائد توحید اور دروس عقیدہ کا حصر نہیں۔

اِن اَسباق کی تعداد تیرہ کو پہنچی ہے میں نے خیال رکھا ہے کہ کتاب کا حجم محتویات سے نہ بڑھے اور پیش کرنے کا اَنداز بھی مناسب ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس محنت کا نفع دے اور اس کو شرفِ قبولیت بخشے، بے شک وہ قبول کرنے والا ہے۔

آمین یارب العٰلمین

عبدالرزّاق عبد المحسن البدر

پہلا سبق

حج ایک عظیم تربیت گاہ ہے

بے شک حج افضل ترین اطاعت اور عظیم تر قربت ہے جس کے ذریعے مسلمان اپنے رب سے قریب ہوتا ہے، بلکہ وہ ایک ایسی عبادت ہے جو ان پانچ بنیادوں میں سے ایک مانی جاتی ہے جن پر دینِ حنیف کا دارو مدار ہے اور جن کو رسول اللہ ﷺ نے حدیثِ صحیح میں بیان فرمایا۔

چنانچہ اِرشاد ہے:

(بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة، وصيام رمضان، وحج البيت) [دیکھئے صحیح بخاری، حدیث نمبر٨، صحیح مسلم، حدیث نمبر ١٦] ...... ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، پہلی چیز اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود برحق کوئی نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، دوسری چیز نماز قائم کرنا، تیسری چیز زکاۃ دینا، چوتھی چیز رمضان کے روزے رکھنا، پانچویں چیز بیت اللہ کا حج کرنا''۔

رسول اللہ ﷺ سے بہت سی احادیث میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ

نے اپنی امت کو حج کی ترغیب دی اور حج پر انہیں ابھارا، اور آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ حج میں کتنا بڑا اجر ہے اور کتنا عظیم ثواب ہے اور کتنی عظیم مغفرت ہے۔

امام مسلم نے صحیح مسلم میں روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرتے وقت ارشاد فرمایا: ”کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اور ہجرت بھی سابقہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اور حج بھی سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے“ [دیکھئے صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۲۱]

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے حج کیا درآنحالیکہ اس نے نہ کوئی غلط حرکت کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ حج سے ایسے لوٹے گا جیسے اس کو ماں نے جنا تھا (یعنی گناہوں سے پاک وصاف)“

[دیکھئے صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۵۲۱، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۳۵۰]

امام مسلم نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمرہ سے عمرہ تک کفارہ ہے ان دونوں عمروں کے درمیان گناہوں کا اور حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔ [دیکھئے صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۳۴۹]

رسول اللہ ﷺ نے سن دس ہجری میں وہ حج ادا فرمایا جس میں اپنی امت کیلئے عملی طور پر اس عظیم فریضے کو ادا کرنے کا طریقہ سکھایا اور جس میں

ترغیب دی اس بات کی کہ آپ کی امت ہر وہ چیز لے جو آپ سے صادر ہو، خواہ وہ آپ کے افعال ہوں یا اقوال، چنانچہ ارشاد فرمایا:

(خذوا عني مناسككم فلعلي لا ألقاكم بعد عامي هذا) [صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۲۹۷] ...... ”مجھ سے اپنی عبادات کا طریقہ لو شاید اس سال کے بعد میں تم سے نہ ملوں“۔

تو اس حج کو حجۃ الوداع کہا گیا، اور اسی میں رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [سورة المائدة: ۳] ...... ”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کیا“۔

بے شک ہر اس مسلمان پر جو اس فریضے کو ادا کرنے کیلئے آیا ہے واجب ہے کہ حج میں نبی اکرم ﷺ کا طریقہ جاننے میں پوری جد وجہد کرے اور مناسک حج کے ادا کرنے میں نبی مکرم علیہ الصلاۃ والسلام کے طریقے کا خیال رکھے تاکہ آپ کی سنتوں پر چل سکے اور آپ کی سنن کی اقتداء ہو سکے اور آپ کے بتلائے ہوئے مناسک پر عمل کیا جا سکے اور تاکہ حج مکمل ہو، کیونکہ اس فریضے کا اور دیگر فرائض کا کمال اور پورا ہونا

رسول اللہ ﷺ ہی کی اتباع کرکے ہیں اور آپ کے طریقے پر چل رہی ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان مبارک دنوں میں کائنات کے ہر مسلم کی روح اس عظیم فریضے کی ادائیگی کے شوق اور اس کے پورا کرنے کی تڑپ میں اور بیت اللہ کی زیارت کی محبت سے بے چین ہوتی ہے۔ کیونکہ بیت اللہ سے تمام مسلمانوں کا رابطہ بڑا مضبوط ہے، اور وہ رابطہ اسلام سے نسبت کے ساتھ سے شروع ہوکر تادم حیات پروان چڑھتا ہی رہتا ہے، جب مسلمان بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسلام کے فرائض میں جو چیز سب سے پہلے اس کے کانوں سے ٹکراتی ہے وہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں جن میں ایک حج بیت اللہ ہے اور کافر جب اسلام قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور عبدیت کا اقرار کرتا ہے تو سب سے پہلے جن فرائض اسلام کی اس کو تعلیم دی جاتی ہے وہ شہادتین کے بعد دیگر ارکان اسلام ہیں اور وہ نماز کا قائم کرنا زکاۃ کا ادا کرنا رمضان کا روزہ رکھنا اور بیت اللہ الحرام کا حج کرنا ہے۔

شہادتین کے بعد پہلا اسلامی رکن پنجوقتہ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر دن ورات میں اپنے بندوں پر فرض کیا ہے ان میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت اللہ کا استقبال کرنا شرط قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ [سورة البقرة: ١٤٤] ...... "اے نبی! تحقیق ہم نے دیکھ لیا تیرا آسمان میں چہرہ اٹھانا، تو ہم پھیر دیتے ہیں تجھ کو ایسے قبلے کے طرف جو تجھ کو پسند ہو، پس پھیر تو اپنا منہ مسجد حرام کی جانب اور تم جہاں کہیں بھی ہو تو پھیرو اپنے چہروں کو اسی جانب"۔

تو بیت اللہ الحرام سے مسلمان کا تعلق لگاتار ہے۔ ہر دن اور رات اس طرف اپنا چہرہ ہر نماز میں قدرت کے وقت کرتا ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل جس طرح کہ دعاء میں بیت اللہ الحرام کا استقبال کرتا ہے۔ [دیکھئے الحج فضله وفوائده تألیف والد محترم الشیخ عبدالمحسن البدر حفظہ اللہ، جو مجموع قبس من هدى الإسلام ص ١٢٨ - ١٣٣] میں ہے]

یہی وجہ ہے کہ یہ مضبوط تعلق جو اس ربط سے مسلمان کے دل اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے درمیان استوار ہوتا ہے وہ انسان کو بیت اللہ کے دیدار اور فریضہ حج کی آدائیگی کے لئے اُبھارتا ہے جو اس کی استطاعت پر موقوف ہے۔ جوں ہی مسلمان کو حج کی استطاعت ہوتی ہے وہ اس فریضے کو ادا کرنے اور زیارت بیت اللہ کیلئے جلدی کرتا ہے، تمام نمازوں میں بیت اللہ کا رخ کرتا ہے۔

﴿فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ﴾ [سورة آل عمران: ٩٧]

"کعبہ میں واضح نشانیاں ہیں جیسے مقام ابراہیم"

اے حج کرنے والے! تجھ پر واجب ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بہت زیادہ کرے اس عظیم انعام پر کہ آپ کو اس عظیم فریضے کی ادائیگی کی توفیق ملی، اور اس عبادت مقدسہ کو پورا کرنے کا موقع ملا اور مشرق ومغرب کے مسلمان کے قبلے بیت اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ اعمال حج کو بحسن وخوبی مکمل طریقے سے انجام دیں جس میں کمی بیشی اور افراط وتفریط سے اجتناب ہو۔ آپ میانہ روی اختیار کریں حج میں رسول کریم ﷺ کی اتباع کرکے، آپ اس عظیم عمل سے رضائے الٰہی کے طالب ہوں ثواب کے حصول اور گناہوں کی مغفرت آپ کی تڑپ ہو، اور جب آپ اپنے وطن واپس لوٹیں تو آپ کے گناہ بخشے جا چکے ہوں، آپ کی جدوجہد کارآمد ثابت ہوچکی ہو آپ کا عمل مقبول عمل ہو، آپ کی نئی زندگی ایمان وتقویٰ سے پر ہو، بھلائی اور استقامت سے آباد ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد آپ کا معمول بن چکا ہو۔ بلاشبہ حج بہت بڑا وقفہ ہے کہ حاجی توبہ کرکے رجوع إلی اللہ کرکے اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار بن کر رضائے الٰہی کا طالب بن کر توشۂ آخرت فراہم کرے۔

حج اور مناسک حج کے دوران حاجی کو توحید، عبادت اور اخلاق کے باب میں نفع بخش اسباق مؤثر واقعات گراں قدر فوائد بہم پہنچتے ہیں، جو

میقات میں اعمال حج کے پہلے عمل کی انجام دہی سے شروع ہوکر طواف وداع کے سات چکروں کے اختتام پر ختم ہوتے ہیں۔ یقیناً حج ایک عظیم ایمانی اور تربیتی دانش گاہ ہے۔ جس سے متقی مؤمن فارغ ہوتے ہیں اور وہ اپنے حج میں مختلف دروس اور عظیم اور مؤثر نصائح سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اسی کے ذریعے ان کے دل زندہ ہوتے ہیں اور ایمان قوی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ☆ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ [سورة الحج: ٢٧، ٢٨] ...... "اور لوگوں میں حج کی منادی کردے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے، اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں"۔

حج کے منافع اور فوائد کا شمار نہیں کیا جاسکتا اس سے حاصل شدہ نصائح اور دروس کا احاطہ نہیں ہوسکتا ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج بیت اللہ میں موجود فوائد ومنافع کو اس مختصر کتابچہ میں ذکر کریں گے۔ اللہ ہی سے توفیق مانگتے ہوئے۔

دوسرا سبق

تذکرۂ فوائد حج

حج کی فضیلت اور رتبے پر بحث ہو چکی ہے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ وہ عظیم عبادت وقربت ہے اور یہ کہ وہ اسلام کا رکن اور بنیاد ہے اور اس پر بھی بات ہو چکی ہے کہ حج کے دینی اور دنیوی فوائد ومنافع کو شمار نہیں کیا جاسکتا اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ☆ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ☆ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾

[سورة الحج: ۲۷ - ۲۹]

''لوگوں میں حج کی منادی کردے لوگ تیرے پاس پاپیادہ بھی آئینگے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔ اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں، پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو

بھی کھلاؤ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ تعالیٰ کے قدیم گھر کا طواف کریں''۔

تو حج دینی اور دنیاوی منافع سے پر ہے اللہ کے قول ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ میں لام تعلیل ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ﴾ سے متعلق ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اگر آپ ان میں حج کی منادی کریں گے تو وہ پیدل پا اور سوار اپنے منافع وفوائد کو حاصل کرنے کیلئے حاضر ہونگے۔

اور آیت میں ارشاد ہوا ﴿مَنَافِع﴾ وہ منفعة کی جمع ہے اور پھر منافع کو نکرہ لایا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس عبادت کے دینی اور دنیوی فوائد جو اس طرح کسی اور عبادت میں اکٹھے جمع نہیں۔

ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ دنیا کے منافع اور آخرت کے منافع، آخرت کے منافع رضائے الٰہی ہے، اور رہے دنیا کے منافع تو قربانیوں کا گوشت پوست اور تجارت وغیرہ۔ [اس حدیث کو علامہ سیوطی نے الدر المنثور میں ذکر فرمایا ہے ۶/۳۷]

امام عبد الرزاق نے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ مراد تجارت ہے اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کو پسند

ہو دنیا اور آخرت کے امور سے۔[تفسیر عبد الرزاق ۳/۳۶]

علامہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ کی تفسیر میں کہ مراد آخرت کا اجر اور دنیا کی تجارت ہے۔[جامع البیان: ۱۰/۱۴۷]

تو جو منافع حجاج کو حج بیت اللہ میں ہوتے ہیں مختلف اقسام کے ہیں۔ دینی منافع عبادات وطاعات کی قبیل سے ہیں جو اس کے علاوہ کسی اور عبادات میں نہیں ہوتے۔ اور دنیوی منافع جو کسبِ حلال اور کمائی کی حیثیت سے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رب العالمین نے سورۃ بقرۃ میں حج کی آیات کے سیاق میں ارشاد فرمایا

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾

[سورۃ البقرۃ: ۱۹۸]

''تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو''

ابو داؤد وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ موسم حج میں تجارت اور خرید وفروخت کرنے سے پرہیز کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ یہ ذکر اللہ کے ایام ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ نازل فرمایا۔[اس کو ابو داؤد نے روایت کیا (حدیث نمبر ۱۷۳۴) اس کو وکیع، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر وغیرہ نے روایت کیا جیسا کہ سیوطی نے الدر

المنثور میں ذکر کیا ۱/۵۳۴]

اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ احرام سے قبل اور احرام کے بعد بیع وشراء خرید وفروخت میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔[اس حدیث کو علامہ ابن جریر نے روایت کیا ہے ۳/۲۸۲]

شیخ محمد الامین الشنقیطیؒ فرماتے ہیں علماء تفسیر متفق ہیں کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ حاجی پر کوئی حرج نہیں کہ وہ ایام حج میں تجارت کرے بشرطیکہ مناسک حج ادا کرنے سے تجارت مانع نہ ہو۔[اضواء البیان ۵/۴۸۹]

دنیوی منافع میں سے وہ بھی ہے جو حجاج کو قربانیوں اور ذبائح کے نوع سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ رب العالمین نے اِرشاد فرمایا ﴿لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ ''ان میں تمہارے لئے ایک مقررہ وقت تک کا فائدہ ہے پھر انکے حلال ہونے کی جگہ خانہ کعبہ ہے''۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ حاجی کو حج میں جو دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ ان دنیوی منافع سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ حج کا عظیم اَجر وثواب گناہوں کی مغفرت اور سیئات کا کفارہ ہے جو فوائد حاجی کو حاصل ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنے حج میں اللہ کے احکام کو اور منہیات کو بجالا کر تقویٰ شعار ہو، اس سے بڑی خوش بختی کیا ہوسکتی ہے کہ حاجی اپنے حج سے ایسا ہی لوٹے جیسے ماں کے شکم سے گناہوں سے پاک وصاف پیدا ہوا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ﴾ [سورة البقرة: ۲۰۳] ''دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں یہ پرہیز گار کیلئے ہے''۔

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں علماء کے اَقوال ذکر کرنے کے بعد جس قول کو لیا وہ یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص منیٰ کے تین دنوں میں سے دو دن میں جلدی کرے کہ دوسرے ہی دن کوچ کر جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو مٹا دیا اگر اس نے اپنے حج میں تقویٰ اختیار کیا ہو اور ان چیزوں سے بچا ہو جن سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے اور ان چیزوں کو انجام دیا ہو جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہو ان حدود میں جن کا اللہ تعالیٰ نے اس کو مکلّف بنایا تھا اور جو شخص منیٰ کے تین دنوں میں سے تیسرے دن تک مؤخر کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس کے گناہوں کا کفارہ بنے گا اگر وہ اپنے حج میں اللہ تعالیٰ کی حدود ادا کرکے متقی اور پرہیز گار رہا ہو۔ [جامع البیان: ۳/۳۰۹]

پھر علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس معنی میں بہت سی اَحادیثِ رسول ﷺ کا تذکرہ کیا۔ اس میں سے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور اس دوران

کوئی گناہ یا کوئی یاوہ گوئی نہ کی تو گناہوں سے پاک ایسے ہی ہوگا جیسے کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ [اس کو بخاری نے روایت کیا (حدیث نمبر ۱۵۲۱) اور مسلم نے روایت کیا (حدیث نمبر ۱۳۵۰)]

نیز رسول اللہ ﷺ کہ حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔ [اس کو مسلم نے روایت کیا (حدیث نمبر ۱۳۴۹)]

ایک موقع پر فرمایا حج اور عمرہ کے درمیان تسلسل کو قائم رکھو کیونکہ وہ دونوں فقیری اور گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں جس طرح کہ بھٹی لوہے کے میل کچیل کو صاف کرتی ہے۔ [اس کو نسائی نے روایت کیا ۵/۱۱۵، اور طبرانی نے بھی المعجم الکبیر میں روایت کیا (حدیث نمبر ۱۱۱۹۶) اور شیخ البانیؒ نے سلسلة الاحادیث الصحیحة میں صحیح کہا (حدیث نمبر ۱۳۰۰)]

تو ان نصوص وادلہ سے واضح ہوتا ہے کہ جس نے حج کو اللہ تعالیٰ کی متعین کردہ حدود میں ادا کیا تو وہ اپنے گناہوں سے ضرور بری ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرا اوامر کو انجام دے کر اور نواہی سے پرہیز کرکے۔

بے شک یہ بہت بڑی فضیلت ہے جس کو پانے میں مؤمنین کے دل جلدی کرتے ہیں اور نفوس صادقہ اس کی طلب میں حریص ہوتے ہیں۔ کیا ہی عظیم فضیلت اور بڑے فائدے کی بات ہے کہ جب حاجی وطن لوٹتا ہے تو

اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں اور وہ اپنے گناہوں سے پاک وصاف ہوتا ہے کہ جیسے کہ اس کی ماں نے اسے ابھی جنا ہے اس کا کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنے حج میں تقویٰ شعار رہا ہو۔

بلکہ رب کریم کا احسان وکرم دیکھیں کہ وہ حجاج پر اپنے فرشتوں سے فخر کرتا ہے کہ دیکھو عرفہ کی سرزمین پر وہ کیسے کھڑے ہیں، وہ کہتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو کہ پراگندہ بالوں، غبار آلود کپڑوں کے ساتھ تمام دور دراز راہوں سے حاضر ہوتے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو معاف کر دیا۔ [ابن خزیمہ نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا (حدیث نمبر ۲۸۴۰) علامہ البانی نے اس کو ضعیف کہا ہے سلسلة الأحاديث الضعيفة میں (حدیث نمبر: ۶۷۹) پہلے جملہ (یعنی میرے بندوں کو دیکھو کہ پراگندہ بالوں، غبار آلود کپڑوں کے ساتھ میرے پاس آتے ہیں) کا شاہد ہے احمد کی روایت میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی روایت سے ۳/۲۲۴ اور مسند احمد ہی میں ابو ہریرہ کی روایت سے دوسرا شاہد ہے ۲/۳۰۵، اور ابن خزیمہ کی روایت میں بھی اس کا شاہد ہے (حدیث نمبر ۲۸۴) اور حاکم کے یہاں بھی مستدرک میں اس کا شاہد موجود ہے ۱/۴۶۵ اس کے علاوہ دیگر کتب میں بھی اس کا شاہد موجود ہے]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاجی اپنے حج سے بہت بڑے فائدے اور نفع کے ساتھ لوٹتا ہے اور وہ گناہوں کی مغفرت ہے۔ تو چاہئے کہ حج کے بعد وہ ایک نئی زندگی کا آغاز کرے جو ایمان وتقویٰ سے پر ہو بھلائی اور

استقامت سے آباد ہو۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس اجر کا حصول مشروط ہے کہ حج کو صحیح طریقے پر اخلاص اور سچائی توبہ نصوحہ کے ساتھ گناہوں اور لغویات سے بچتے ہوئے انجام دیا جائے۔ پس جب ایسا ہوگا تو حاجی اس روح افزا حالت میں واپس لوٹے گا جس کا ذکر حدیث میں مذکور ہے۔

تیسرا سبق

تلبیہ میں توحید کی ضیاء باری

مسلمان جن دروس واسباق کو حج بیت اللہ کے دوران اخذ کرتا ہے ان میں عظیم ترین سبق یہ ہے کہ تمام عبادتوں کو صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی خاطر انجام دینا چاہیے، تو مسلمان حج کے پلیٹ فارم سے جو اعلان سب سے پہلے کرتا ہے وہ توحید کی صدا ہے اور شرک کا اِبطال ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے:

لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، إن الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک

''میں تیرے سامنے حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں میں حاضر ہوں، بے شک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں اور بادشاہت بھی تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں''

مسلمان اس تلبیہ کو بلند آواز سے کہتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مطلب اللہ وحدہ لاشریک لہ کو عبادت میں ایک جاننا اور شرک سے دور رہنا ہے تو جیسے اللہ انعام وعطاء میں لاشریک ہے اسی طرح وہ توحید میں

حج توحید کے آئینے میں

لاشریک اس کا کوئی شریک وہمسر نہیں، پس اس کے علاوہ کسی کو نہ پکارا جائے اس کے علاوہ کسی پر توکل نہ کیا جائے اور نہ مدد مانگی جائے اس کے علاوہ کسی اور سے، عبادتوں کو اسی کیلئے خاص کیا جائے، تو جیسے بندے سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ حج میں صرف اللہ جل شانہ کا تقرب حاصل کرے اسی طرح اس سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ وہ اپنی تمام عبادتوں میں اس کی قربت کا خوگر ہو، تو جس نے بھی عبادات میں سے کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے کی اس نے شرک کیا، اور وہ خسارے میں رہا اس کے اعمال غارت ہوگئے قیامت میں اس کا کوئی حیلہ کارگر ہوگا نہ اس کا فدیہ قبول ہوگا۔

اسلام نے ایک عظیم تلبیہ کا قانون مقرر فرمایا جس میں توحید باری تعالیٰ کا اِقرار اور صغیر وکبیر شرک سے دوری کا عہد ہے، جبکہ بتوں کے پجاری مشرکین حج میں تلبیہ کہتے وقت شرک کیا کرتے تھے چنانچہ وہ لبیک لا شریک لک إلا شریکا ھو لک تملکه وما ملک کہا کرتے تھے۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو تیرا شریک ہے تو اس کا مالک ہے اور اُس چیز کا جس کا وہ (شریک) مالک ہے۔

پس وہ تلبیہ میں اللہ کے ساجھی ٹھہراتے اور ان کی ملکیت اللہ کیلئے گرانتے تھے، قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے یہی بیان فرمایا:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴾ [سورة يوسف: ١٠٦]

''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے مشرک ہی ہیں''۔

یعنی ان میں اکثر ایمان نہیں لائے کہ اللہ خالق ہے، رازق و مدبر ہے مگر وہ شریک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے بتوں کو جو کسی چیز کا مالک نہیں اور نفع نقصان دیتے ہیں نہ ہی کسی کو دیتے اور روکتے ہیں، بلکہ وہ ان چیزوں کے خود بھی مالک نہیں چہ جائیکہ وہ دوسروں کو یہ چیزیں دیں۔

علامہ ابن جریر طبری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کا ایمان اتنا تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ آسمان کس نے پیدا کیا زمین کس نے بنائی پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہتے اللہ نے، اس کے باوجود وہ مشرک تھے۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر آپ ان سے سوال کرتے کہ ان کو کس نے بنایا آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا؟ وہ کہتے اللہ نے، تو یہ ان کا اللہ پر ایمان تھا، اس کے ساتھ ساتھ وہ غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ان کا ایمان یہ تھا کہ وہ کہتے تھے: اللہ ہمارا خالق ہے ہمارا رزق دینے والا ہے ہم کو مارنے والا ہے، تو یہ ایسا ایمان ہے جس کے ساتھ وہ غیر اللہ کو بھی عبادت میں شریک جانتے تھے۔

ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ اللہ پر ضرور یقین رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا پالنہار ہے اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے رازق ہے لیکن اسکے باوجود وہ اسکے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔

ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا تھا:

﴿قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ☆ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ☆ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴾ [سورة الشعراء: ٧٥-٧٧]

''کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوجھ رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا وہ سب میرے دشمن ہیں، بجز سچے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے''۔

ان کو پتہ تھا کہ وہ رب العالمین کی عبادت کرتے تھے اور اس کے علاوہ اور چیزوں کی بھی عبادت کرتے تھے، فرمایا کہ جو بھی شرک کرتا ہے وہ اللہ پر ایمان ضرور رکھتا ہے۔ دیکھیں کہ عرب تلبیہ کہتے تھے لبیک لا

شریک لک إلا شریکا ھو لک تملکه و ما ملک ''ہم حاضر ہیں اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جس کو تو نے اپنا شریک بنایا تو اس کا مالک ہے اور اس کا جس کا وہ (شریک) مالک ہے''۔ مشرکین مکہ یہی کہتے تھے۔ [جامع البیان ۸/۷۷۔۷۸]

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مشرکین اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ ان کا خالق ان کا رازق ان کے معاملات کا تدبیر کرنے والا اللہ ہی ہے لیکن اس کے باوجود وہ دین کو صرف اللہ کیلئے نہیں مانتے تھے بلکہ وہ اللہ کی عبادت میں درختوں، پتھروں اور بتوں کو شریک ٹھہراتے تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللهَ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ﴾ [سورة العنکبوت: ٦١]

''اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ زمین اور آسمان کا خالق اور سورج و چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے تو ان کا جواب ہوگا اللہ تعالیٰ، پھر کدھر الٹے جا رہے ہیں!''

اس معنی کی بہت سی اور بھی آیتیں ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کیونکہ مشرکین کو جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے تھے اعتراف تھا کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور سورج اور چاند، رات اور دن کے مسخر کرنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور وہ اس بات کو بھی مانتے تھے کہ وہ اپنے بندوں کا پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا ہے اس کا بھی اقرار کرتے تھے کہ آجال کا مقرر کرنے والا اور روزیوں میں تفاوت رکھنے والا وہی ہے اس نے امیر کو امیر اور غریب کو غریب کچھ مصلحتوں کیلئے بنایا جو وہی جانتا ہے ۔آگے وہ فرماتے ہیں کہ وہ تنہا اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے اور ان کا نظم ونسق قائم کرنے والا ہے جب بات ایسی ہے تو اس کا غیر کیوں پوجا جائے؟ اسکے علاوہ پر توکل کیوں کیا جائے؟ جس طرح وہ اپنی ملکیت میں اکیلا ہے اسی طرح عبادت بھی اس اکیلئے کی ہی کی جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ مقام الہیت کو توحید ربوبیت کے اعتراف کے ذریعے بہت زیادہ ثابت کرتے ہیں اور مشرکین بھی اس کا اعتراف کرتے تھے جیسا کہ وہ تلبیہ میں کہتے تھے لبیک لا شریک لک إلا شریکا ھو لک تملکه وما ملک [تفسیر ابن کثیر: ۳۰۱/۶]

قرآن کریم میں یہ بات بہت زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے کفار پر توحید عبودیت پر حجت قائم کی گئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کو

توحید ربوبیت کے باب میں استفہام تقریری سے مخاطب فرماتے ہیں جب وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں تو ان پر حجت قائم کی جاتی ہے کہ جو ربوبیت میں اکیلا ہے وہ عبادت میں اکیلا کیوں نہیں، عبادت میں شرک پر انکار کرتے ہوئے ان کو اللہ رب العالمین نے ڈانٹا ہے باوجودیکہ وہ اعتراف کرتے تھے کہ اللہ ربوبیت میں اکیلا ہے، اس لئے کہ جو شخص اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ ربوبیت میں تنہا ہے تو اس پر لازم آتا ہے کہ وہ عبادت بھی خالص اسی کی کرے اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صرف اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ رازق ہے خالق ہے انعام کرنے والا ہے کائنات کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے توحید کے باب میں کافی نہیں اور نہ ہی اتنا کچھ قیامت میں عذاب جہنم سے اس کو بچا سکتا ہے جب تک کہ تمام عبادتوں کو خالص اللہ تعالیٰ کیلئے انجام نہ دے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توحید تب تک قبول نہیں فرمائینگے جب تک کہ توحید ربوبیت کے ساتھ ساتھ توحید عبودیت (توحید الوہیت) کا اقرار نہ کریں، کہ وہ اللہ کا ہمسر کسی کو نہ جانیں اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی اور کو پکاریں اور توکل بھی صرف اس پر کریں اور عبادت بھی صرف اسی کیلئے کریں تو جس طرح اللہ تعالیٰ پیدا کرنے میں لاشریک ہے وہ عبادت کی تمام اقسام میں لاشریک ہے۔

اسی لئے اللہ رب العالمین نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے عبادت کو غیر اللہ کے لئے پھیر دیا باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ان کا خالق اور رازق ہے:

﴿ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ [سورة البقرة: ۲۲]

''یعنی تم جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ''

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک و ہمسر نہ بناؤ جو غیر نہ نفع دیتے ہیں اور نہ نقصان، باوجودیکہ تمہیں علم ہے کہ تمہارا رزق دینے والا اس کے بغیر کوئی نہیں اور تمہیں یہ بھی علم ہے کہ جس توحید کی طرف تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں وہی وہ حق ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ [اس حدیث کو ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے ۱۶۴/۱]

قتادۃ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا پھر بھی تم اللہ تعالیٰ کا ساجھی مانتے ہو۔

[اس حدیث کو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے ۱۶۴/۱]

امت اسلامیہ پر اللہ تعالیٰ نے توحید الوہیت، توحید ربوبیت اور توحید الاسماء والصفات کی رہنمائی کر کے ایک بہت بڑا انعام کیا ہے، ان پر یہ بھی عظیم احسان ہے کہ ان کو ایسے تلبیہ کی رہنمائی کی جس میں توحید باری تعالیٰ

جھلکتی ہے جب کہ اس سے قبل لوگ ایسا تلبیہ پکارتے تھے جس میں شرک وہمسری کے گیت گائے جاتے تھے، تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی تعریفیں کہ اس نے اس توحید کی توفیق دی اور انعام کیا اور صحیح رہنمائی کی اس کی حمد اسی طرح جس طرح وہ پسند کرے۔

چوتھا سبق

تلبیہ میں شرک کا رد اور اس سے اجتناب کا درس

تلبیہ کی فضیلت کا بیان ہو چکا اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی صداؤں اور شرک کو اتار پھینکنے کے نعروں کو شامل ہے، اسلئے صحابی جلیل جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے توحید کا نعرہ بلند کیا لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک، إن الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک [صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۲۱۸)] ''اسکا ترجمہ گزر چکا ہے''

تو اس تلبیہ کو توحید کا شاہکار فرمایا اس لئے کہ اس میں توحید کا اعلان اور شرک کا ابطال ہے اور اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ تلبیہ کے یہ کلمات صرف الفاظ ہی نہیں جن کے معنی کچھ بھی نہ ہوں بلکہ انکے بہت ہی عظیم معانی ہیں اور وہ دین اسلام کی روح، بنیاد اور وہ اساس ہے جس پر اللہ کی توحید مبنی ہے۔

اسی لئے ان کلمات تلبیہ کو ادا کرنے والے پر واجب ہوتا ہے کہ وہ

ان کے معانی کو ذہن میں رکھے اور اس کے مطلب کو پہچانے تاکہ وہ اپنے تلبیہ میں سچا ہو اس کا کلام اس کے حقیقتِ حال کے موافق ہو کہ وہ توحید کو تھامے اس کی حفاظت کرتے ہوئے توحید کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے اس کے نواقض سے مکمل اجتناب کرتے ہوئے شرک وہمسری سے پرہیز کرتا ہو جب وہ مانگے، تو اللہ تعالیٰ سے مانگے توکل کرے تو اسی پر، مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ ہی سے، عبادت کی کوئی بھی قسم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کیلئے نہ کرے کہ جس کے ہاتھ میں دینا اور روکنا ہے پھیلانا اور سمیٹنا ہے نفع ونقصان ہے۔

﴿ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴾ [النمل: ۶۲]

''بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کا نائب بنایا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو''

مسلمان جب تلبیہ میں (لا شریک لک) کہتا ہے تو اس پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ شرک کی حقیقت کا جاننے والا ہو اور اس کے خطرات سے آگاہ ہو اس میں واقع ہونے سے اجتناب کرتا ہو اس کے اسباب ووسائل اور طریقوں میں گرفتار ہونے سے مکمل پرہیز رکھتا ہو، کیونکہ شرک سب

سے بڑا گناہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے اسی لئے دنیا اور آخرت میں اس کی سزا وہ مقرر ہوئی جو کسی دوسرے گناہ کی نہیں مثلاً مشرکین کے خون کا حلال ہونا اور ان کے اموال کا مباح ہونا ان کی اولاد اور عورتوں کا جائز ہونا، توبہ کے بغیر مغفرت نہ ملنا وغیرہ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴾ [النساء: ۴۸]

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جس کو چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا''۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾ [النساء: ۱۱۶]

''اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا''۔

مزید فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ [سورة المائدة: ۷۲]

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا تو اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا''۔

نیز فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ☆ بَلِ اللهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ [الزمر: ۶۵ - ۶۶]

''آپ کی طرف اور آپ سے پہلے نبیوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر (بفرض محال) آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال غارت ہوں گے اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں ہونگے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہوجا''۔

قرآن کریم میں اس معنی کی آیتیں بکثرت ہیں جن میں اللہ رب العالمین اپنے بندوں کو شرک کرنے سے ڈراتے ہیں اور اس کے خطرات کی شدت کو واضح فرماتے ہیں اور اس کے کرنے والے کا دنیا وآخرت میں برا انجام بیان کرتے ہیں۔

تو شرک کا انجام بہت ہی برا ہے اور اس کی انتہا دردناک ہے، اس

کے خطرات بھیانک ہیں، مشرک اس کے پیچھے سوائے ناکامی اور محرومی ذلت اور خسارے کے کوئی فائدہ نہیں کما سکتا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا سب سے عظیم پر تو شرک ہی ہے، کیونکہ وہ سب سے بڑا ظلم ہے کیونکہ وہ رب العالمین کی تنقیص کو شامل ہے صرف اللہ تعالیٰ کے حق کو دوسرے کے جانب پھیرنا اس کا طرہ امتیاز ہے، اللہ تعالیٰ کا ساجھی ٹھہرانا اس کا عبرتناک انجام ہے، اس لئے بھی کہ وہ خلق وامر کے مطلب کی ضد ہے، تمام طریقوں سے اس کے منافی ہے اس میں رب العالمین سے عناد ودشمنی کی انتہاء ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جھکنے سے اعراض کی دعوت ہے اور اس لئے بھی کہ اس میں مخلوق کو خالق تعالیٰ سے تشبیہ دینے کا شاخسانہ ہے اس شخص کو جو اپنے نفع ونقصان اپنی موت وزندگی کا مالک نہیں اس ذات باری تعالیٰ کے مشابہ کیسے کہا جا سکتا ہے جس کی کائنات ہے جس کی بادشاہت ہے جس کے ہاتھ سب بھلائی ہے جس کی جانب تمام امور لوٹائے جائینگے، پس بے شک تمام اُمور کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے اور ان کا مرجع بھی وہی ذات باری تعالیٰ ہے جو چاہے وہ ہوگا جو نہ چاہے نہیں ہوگا جس کو وہ دے اس کو کوئی روک نہیں سکتا جس کو وہ روکے کوئی دے نہیں سکتا جب لوگوں کیلئے رحمت کے دروازے وا کرتا ہے ان کو بند کرنے والا کوئی نہیں اور جب بند کرے تو

اس کے بعد اس کو کھولنے والا کوئی نہیں۔

بلاشبہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ شرک سے حد درجہ بچے اور اس میں واقع ہونے سے ڈرے، دیکھئے خلیل اللہ نبی اللہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اپنی دعا میں گڑگڑاتے ہیں:

﴿ وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الأَصْنَامَ ☆ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ ﴾ [سورة إبراهيم: ٣٥-٣٦]

کہ اے اللہ مجھ کو اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پوجا سے بچا اے میرے رب انہوں نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو خوف ہوا تو اپنے رب سے دعا کی کہ مجھ کو بھی اور میری اولاد کو ان کی عبادت کرنے سے بچا۔ یہ تو خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ رہے ہیں مجھ کو بچا اور میرے بیٹوں کو بچا بتوں کی پرستش سے، تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا، جیسا کہ ابراہیم التیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد کون آزمائشوں سے بے خوف رہ سکتا ہے [اس کو ابن جریر نے تفسیر میں روایت کیا ہے ۸/۲۲۸]

تو زندہ دل کیلئے اس میں تازیانہ عبرت ہے کہ شرک سے ڈرتا رہ اور اس سے بچتا رہ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہ کہ وہ تمہیں اس سے محفوظ رکھے اور اس میں بندہ مؤمن سے مطالبہ بھی ہے کہ اس کو شرک کی حقیقت کا

علم ہونا چاہئے شرک کے اسباب کی معرفت ہونی چاہئے شرک کی مبادیات اور انواع پر نظر ہونی چاہئے تا کہ وہ اس میں نہ پڑے اس لئے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھلائی کا سوال کرتے تھے اور میں برائی اور شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس ڈر سے کہ میں برائی میں نہ پڑ جاؤں۔ [اس حدیث کو امام بخاری ومسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے، صحیح بخاری (حدیث نمبر ۳۶۰۶) اور صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۸۴۷)]

اور وہ اس لئے کہ جو شخص صرف بھلائی اور خیر کو پہچانتا ہے جب کبھی اس کے پاس شر اور برائی پہنچتی ہے اس حال میں کہ وہ نہیں جانتا کہ یہ شر ہے پھر یا تو وہ اس میں واقع ہو جاتا ہے یا وہ اس کا انکار اس طرح نہیں کرتا جس طرح اس کو جاننے والا اس کا انکار کرتا ہے۔ اس بناء پر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا (إنما تنقض عرى الإسلام عروة عروة إذا نشأ فى الإسلام من لم يعرف الجاهلية) [دیکھئے الفوائد لابن القیم مع تعلیق ص ۲۰۱] ..... ''اسلام کی گرہیں ایک ایک کر کے کٹتی جائیں گی جب اسلام میں وہ شخص پیدا ہوجس نے جاہلیت کو نہ پہچانا ہو''۔

بلا شک شرک سے دوری اور توحید خالص ایک ایسی بنیاد ہے کہ ہر نیکی جس سے بندہ اللہ تعالیٰ کا تقرب تلاش کرتا ہے خواہ وہ حج ہو یا کوئی اور عبادت، اس کو اسی بنیاد پر استوار کرے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج میں ارشاد فرمایا

﴿ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ☆ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ☆ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ☆ ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ☆ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴾ [سورة الحج: ۲۷-۳۱]

اور لوگوں میں حج کی منادی کردے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔ اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقرر دنوں میں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ تعالیٰ کے قدیم گھر کا طواف کریں یہ ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے اس کے اپنے لئے اس کے رب کے پاس بہتری ہے

اور تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کر دیئے گئے بجز ان کے جو تمہارے سامنے بیان کئے گئے ہیں پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہئے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانتے ہوئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے سنو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حج کے سیاق میں شرک سے ڈرایا اور اس سے بچنے کا حکم دیا، اس کی قباحت اور برا انجام ذکر کیا اور بیان فرمایا کہ اس کا کرنے والا اس فعل سے ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ وہ آسمان سے گرا تو پرندوں نے اسے اچک لیا یا ہوا نے اس کو کسی گہری کھائی میں پھینک دیا جیسا کہ اللہ رب العزت نے گذشتہ آیات میں اپنے نبی ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو بیت اللہ کے پاک کرنے کا حکم دیا اس جگہ ٹھکانا بنانے کے بعد اور اس کو شرک سے منع کیا، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴾

"اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف قیام رکوع

"سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھنا"۔

تو اس طرح حج سے متعلق آیات شرک کی نفی اور اس سے بچنے اور اس کے برے انجام کے بیان سے بھری پڑی ہیں جو واضح دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ شرک بری چیز ہے اور اسکے خطرات عظیم ہیں، ہم کو اور آپکو اللہ شرک سے محفوظ رکھے اور قول وعمل میں ہمیں اخلاص کی دولت سے مالا مال کرے۔

پانچواں سبق

تلبیہ کے کچھ فوائد کے بیان میں

بلا شبہ تلبیہ کے کلمات کا عظیم مقام ہے اور اس کے معانی بہت ہی گہرے ہیں توحید کے اثبات اور شرک کے ابطال پر تلبیہ کے کلمات کے اثرات پر بات گزر چکی ہے، یقیناً وہ عظیم کلمات ہیں جن کے معانی بھی عظیم ہیں، مقاصد جلیل ہیں اور فوائد کثیر ہیں، اہل علم نے ان کلمات کی بلندی اور ان کے منافع وفوائد سے باخبر کیا ہے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تہذیب السنن" میں اس پہلو پر مکمل شرح وبسط کے ساتھ کلام کی ہے۔

[تہذیب السنن: ۲/۳۳۷-۳۴۰]

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ کلمات تلبیہ عظیم قواعد اور فوائد جلیلہ پر مشتمل ہیں پھر آپ نے اکیس فائدے ذکر کئے ہیں۔ میں یہاں پر ان فوائد میں سے بعض کو مختصراً ذکر کروں گا ان فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا لبیک کہنا پکارنے والے کی پکار کا جواب دینے کو اور کسی بلانے والے کے بلاوے کے جواب دینے کو شامل ہے، اور عقلاً یا لغۃً یہ صحیح نہیں ہے کہ ایسے آدمی کو جواب دیا جائے جو نہ بولتا ہو اور نہ جواب دینے والے کو پکارتا ہو تو اس سے ثابت

ہوا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے بولنے کی صفت ثابت ہے یعنی اللہ جل شانہ بولتا ہے اور بات کرتا ہے (ایسا نہیں کہ وہ بولتا نہ ہو اور نہ ہی بات کرتا ہو)۔

اور اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ لبیک کہنے میں محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اس کو بولا جاتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے اور یہ لفظ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی کی تعظیم مقصود ہو، اس لئے اس لفظ کے معنی میں کہا گیا ہے کہ (أنا مواجه لک بما تحب) ''میں تیری طرف تیری شایان شان توجہ دیتا ہوں''...... اور اسی طرح کہا جاتا ہے (امرأة لبّة) ''اپنے بچے سے محبت کرنے والی عورت''۔

اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بندگی کے دوام کے التزام کو شامل ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اقامہ سے ہے یعنی میں مقیم ہوں تیری اطاعت پر۔

نیز تلبیہ انتہائی خضوع کو شامل ہے کہا جاتا ہے (أنا ملبّ بین یدیک) ''میں تیرے سامنے خضوع کرنے والا ہوں''...... وہ اخلاص وللّٰہیت کو بھی شامل ہے اسی لئے کہا جاتا ہے (إنها من اللب) ''وہ خالص ہے''۔

اس میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ رب العلمین کیلئے صفت سماعت کا اقرار ہے اس لئے کہ یہ بات محال ہے کہ آدمی اس ذات کو لبیک کہے یعنی میں حاضر ہوں جو اس کی پکار یا جواب کو سنتا نہ ہو۔

اس میں تقربِ الٰہی کا ارشارہ بھی ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ تلبیہ الباب سے ہے اس کے معنی تقرب کے آتے ہیں۔

انہی فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ تلبیہ کو احرام کا ایک شعار قرار دیا گیا ہے ایک حالت سے دوسری حالت کے طرف منتقل ہونے کی ایک علامت بنائی گئی ہے جیسا کہ نماز میں تکبیر کو ایک رکن سے دوسرے رکن کی جانب منتقل ہونے کا سبب بنایا گیا ہے۔ اسی لئے طواف کے شروع کرنے تک تلبیہ کو سنت کہا گیا جونہی طواف شروع ہو تلبیہ بند کر دے، پھر جب طواف کے بعد عرفہ تک جائے تو تلبیہ کہے وہاں بند کر دے جب وہاں سے چلے تو مزدلفہ آنے تک تلبیہ کہتا رہے وہاں پر بند کر دے پھر جمرہ عقبہ تک تلبیہ کہتا رہے وہاں بند کر دے تو تلبیہ مناسک حج میں ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہونے کی علامت ہے تو حاجی جب ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہو (لبیک اللهم لبیک) کہے جس طرح نمازی ایک رکن سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے وقت اللہ اکبر کہتا ہے جب مناسک حج سے فارغ ہو تو تلبیہ کو بند کر دے جیسا کہ نمازی کا سلام اس کی تکبیروں کو بند کرنے والا ہوتا ہے۔

اس کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ وہ توحید کی نشانی ہے جو کہ حج کی روح اور اصل ہے بلکہ وہ تمام عبادات کی روح اور مغز ہے۔ اسی لئے تلبیہ اس

عظیم عبادت کی چابی ہے کہ جس کے ذریعے وہ اس میں داخل ہوتا ہے۔

اسکے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ جنت کی چابی ہے اور اسلام کے دروازے کو شامل ہے کہ جسکے ذریعے وہ اس کی طرف داخل ہوتا ہے اور وہ اخلاص کا کلمہ ہے اور اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔

اس کے منافع میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف پر مشتمل ہے جو قربتِ الٰہی حاصل کرنے کا سب سے پسندیدہ ذریعہ ہے اور جنت میں سب سے پہلے لواء الحمد والے ہی بلائے جائیں گے، اور وہ نماز کی ابتداء وانتہاء ہے اور اس کے منافع میں سے یہ بھی ہے کہ تلبیہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اِعتراف بھی ہے اسی لئے الف لام استغراقیہ کے ذریعے اس کو معرفہ بنایا یعنی تمام نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں اے اللہ تو عطا کرنے والا ہے اور دینے والا ہے۔

اس کے منافع میں یہ بھی شامل ہے کہ ملک سب کا سب اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لئے ہے درحقیقت اس کے علاوہ کسی کا ملک نہیں۔

اسی طرح تلبیہ میں ملکیت نعمت اور تعریف کا اجتماع ہوا جو کہ تعریف کا ایک دوسرا انداز ہے یعنی ملکیت جو کہ قدرت وطاقت کو متضمن ہو ایسی نعمت کے ساتھ ملے جو نفع احسان اور رحمت پر مشتمل ہو اور پھر وہ ایسے حمد سے ملیں جو ایسی عظمت وبلندی کو شامل ہو جو محبت کا تقاضا کرتی ہو تو اس میں عظمت

وکمال واجلال کا وہ مقام ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے شایان شان ہے۔

اور بندے کا یہ تلبیہ کہنا اور اس کی معرفت کا حصول کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دل کو کھینچتی اور اس کی جانب متوجہ کرتی ہے محبت کے تمام دواعی کے ساتھ یہی عبادت کا مقصود اعظم ہے۔

اور فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

(أفضل ما قلت أنا والنبيون من قبلي: لا إله إلا الله وحده لا شريك له: له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير)

سب سے اچھی بات جو میں نے اور مجھ سے قبل انبیاء نے کہی وہ (لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير) ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے بغیر معبود برحق کوئی نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کی بادشاہت ہے اور اس کی ہی تعریف ہے اور وہ تمام چیزوں پر قادر ہے، تلبیہ بعینہٖ ان کلمات ومعانی کو شامل ہے۔

تلبیہ کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ایسے رد کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اَسماء وصفات میں ابطال وتعطل کرنے والوں پر ہے۔ وہ مشرکین کے قول کا رد کرتی ہے باوجودیکہ ان کے فرقے جداگانہ اور ان کے مقالات مختلف ہیں۔ وہ فلاسفہ اور ان سے متاثرین معطلّہ کی تردید کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں تعطیل کرتے ہیں جو حمد سے متعلق ہیں اس میں

اس امت کے مجوس قدریہ کی تردید ہے جنہوں نے افعال عباد کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور قدرت سے خارج جانا انہوں نے ان افعال پر اس کی قدرت کا انکار کیا اور اس کا بھی انکار کیا کہ وہ ان کا خالق ہے، تو جو شخص ان کلمات کا معنی سمجھے اور اس کی گواہی دے اس پر یقین کرے وہ تمام معطلہ فرقوں سے الگ ہو جائے گا۔

تلبیہ کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی کو لوٹانے میں ایک نقطہ ہے وہ یہ کہ اس نے لبیک کہنے کے بعد لاشریک لک کہا پھر إن الحمد والنعمة لک والملک کے بعد دوبارہ لا شریک لک کہا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح حمد، نعمت اور ملک میں وہ لاشریک ہے اس طرح وہ اس دعا کو قبول کرنے میں لاشریک ہے تلبیہ کا حال اس آیت کریمہ سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [آل عمران: ۱۸]

''اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کے ساتھ دنیا کو قائم رکھنے والا ہے اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں''۔

تو آیت کے شروع میں معبود برحق ہونے کی خبر دی اور یہ اس کی گواہی

فرشتوں کی اور اہل علم کی گواہی میں داخل ہے اور یہی مشہود بہ ہے پھر انصاف کے قیام کی خبر دی اور اس کو عدل کہتے ہیں تو قیام بالقسط کے ساتھ معبود برحق ہونے کی خبر دوبارہ لوٹائی، تو یہ تلبیہ کے کچھ فوائد وثمرات ہیں اور بلا شک اس میں تقاضا ہے کہ کلمات تلبیہ کے معانی کو سمجھنے میں کتنی توجہ دینی چاہئے اور یہ کہ اس کو سمجھنے کا اہتمام کرنا بندے کو کس حد تک اس عبادت کے مکمل طریقے سے ادا کرنے میں مدد ومعاون ہوگا۔

چھٹا سبق

بیت اللہ الحرام کا طواف

جن دروس کو حاجی بیت اللہ پہنچنے کے بعد حاصل کرتا ہے اور جس عبادت کو سرانجام دیتا ہے وہ طواف بیت اللہ ہے حاجی محسوس کرتا ہے کہ حجاج سب کے سب اس عظیم فریضہ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے پورا کرتے ہیں اور اس کے حکم کی تعمیل میں انجام دیتے ہیں اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اس عبادت کی قدر و منزلت عظیم تر ہے مؤمنین کے دلوں میں اس کا عجیب اثر ہوتا ہے خصوصاً جب ایک بڑا جم غفیر ایک ہی لباس میں ایک ہی طریقہ پر بیت اللہ کے ارد گرد تہلیل و تسبیح تکبیر و تحمید اور رب کریم سے دعا کرتے ہوئے عاجزی وانکساری سے مانگتے ہوئے جمع ہوتے ہیں۔ سب کے سب سات چکر لگاتے ہیں حجر اسود سے شروع کر کے اس پر ختم کرتے ہیں، اور طواف یہی ہے کہ کعبہ کے گرد عبادت الٰہی کی نیت سے سات چکر کاٹے جائیں حجر اسود سے شروع کر کے اس پر ختم کرے بیت اللہ اپنے بائیں طرف رکھے۔

مسلمان یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے

حج توحید کے آئینے میں

ہوئے سرانجام دیتے ہیں اور جو شخص رسول اکرم ﷺ کی جتنی اتباع کرے گا اس کے حج کی قبولیت کی ضمانت اتنی ہی زیادہ ہے۔ طواف سب سے پہلا کام ہے جس کو حاجی مکہ پہنچنے کے بعد بروئے کار لاتا ہے۔ چنانچہ بخاری مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا

(إن أول شيء بدأ به حين قدم النبي ﷺ أنه توضأ ثم طاف)

[صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۶۴۱) صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۲۳۵)]

”یعنی مکہ پہنچتے وقت نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے وضو فرمایا پھر طواف کیا“۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے جب حج فرمایا تو اس میں یہ بھی ہے **(حتى إذا أتينا البيت معه استلم الركن فرمل ثلاثا ومشى أربعا)** [صحیح مسلم ۲/۸۹۳]

”جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیت اللہ کے پاس پہنچے تو آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر تین بار رمل فرمایا اور چار بار چلے“۔

اسی طرح بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: **(إن رسول الله ﷺ كان إذا طاف في الحج والعمرة أول ما يقدم سعى ثلاثة أطواف ومشى أربعة ثم سجد سجدتين**

(أی صلی رکعتین) ثم یطوف بین الصفا والمروۃ) [صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۱۶۱۶)، صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۱۲۶۱)]

''رسول اللہ ﷺ جب حج وعمرہ میں طواف کرتے تو سب سے پہلے تین طواف میں دوڑتے اور چار چکروں میں چلتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے''۔

بیت اللہ کا طواف کرنے کے دلائل بے شمار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے اس باب میں متواتر احادیث منقول ہیں جو اس بات کا اشارہ دیتی ہیں کہ یہ عمل قربت الٰہی اور اطاعت الٰہی کا سبب ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے بندوں سے پسند کرتا ہے۔ اسی لئے طواف کو ان کے لئے مشروع کیا ان کو اس کا حکم اور ترغیب دی اور اس کو مناسک حج میں سے قرار دیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ☆ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ☆ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ [سورۂ حج: ۲۷-۲۹] ...... ''ترجمہ گزر چکا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزند اسماعیل علیہما الصلاۃ

والسلام کو بیت اللہ کو پاک کرنے اور اس کی بنیادوں کو پختہ کرنے اور طواف کرنے اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے تیار رکھنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [سورۃ البقرۃ: ۱۲۵]

''ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو''۔

اور ارشاد ہوا:

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [سورۃ الحج: ۲۶]

''اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف قیام رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھنا''۔

گذشتہ بیان سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ العتیق کا طواف عظیم اطاعت وعبادت ہے اللہ اس کو اپنے بندوں سے چاہتا ہے اس لئے طواف کو ان کیلئے مشروع کیا اور اس کا حکم دیا اور طواف کرنے پر ان کے لئے ثواب عظیم اور

اجر جزیل کا وعدہ کیا بلکہ طواف بیت اللہ حج کے اَرکان میں سے ایک رکن ہے جیسا کہ وہ عمرہ کے ارکان میں سے ایک رکن ہے جب ایسا ہے تو پتہ چلا کہ طواف کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم ہے اس کا درجہ بہت بڑا ہے، کیونکہ حج اور عمرہ اس کے بغیر پورے نہیں ہوتے۔ مسلمان کو اس فریضے سے ایک عظیم سبق ملتا ہے کہ طواف صرف بیت اللہ کے ارد گرد جائز ہے۔ جیسا کہ سابقہ آیات واحادیث سے ثابت ہوا اور وہ اس سے بھی زیادہ ہیں جبکہ بیت اللہ کے علاوہ دیگر مقامات ومواقع کا طواف کرنا جائز نہیں بلکہ وہ ضلالت وگمراہی اور دنیوی مقامات ومواضع کو اللہ تعالیٰ کے گھر کا ہم مرتبہ قرار دینے کے مترادف ہے۔ اہل علم متفق ہیں کہ بیت اللہ کے علاوہ کسی بھی جگہ یا مقام کا طواف کرنا باطل ہے، اور قبوں قبروں، مزاروں، درختوں اور پتھروں کا طواف کرنا باطل ہے۔ اہل علم سے اس باب میں بہت سی تصریحات موجود ہیں۔ میں مختصراً اس مقام کی مناسبت سے کچھ توضیحات ذکر کرونگا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے المجموع شرح المہذب میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کا طواف کرنا جائز نہیں ہے، پھر انہوں نے بہت سی باتیں کیں اور پھر کہا کہ عوام کی کثیر تعداد کی مخالفت اور ان کے کرنے سے کسی کو دھوکہ نہ لگے کیونکہ اقتداء وعمل احادیث اور علماء کے اقوال پر ہوتا ہے عوام کی خود ساختہ اشیاء اور جہالات کو قابل اعتناء نہیں سمجھنا چاہئے۔ صحیحین میں

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد) [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۲۶۹۷)، صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۱۷۱۸)]

"جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی وہ مردود ہے"۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ (من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد) [صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۱۷۱۸)]

"جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود ہے"۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (لا تجعلوا قبری عيدا وصلوا علی فإن صلاتكم تبلغنی حيثما كنتم) [دیکھئے سنن ابی داؤد (حدیث نمبر: ۲۰۴۲)]

"میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو پس بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے جہاں کہیں سے بھی بھیجو" [اس روایت کو ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے]

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا جس کا معنی یہ ہے کہ تم ہدایت کی شاہراہ پر چلو اور تم کو ہمسفروں کی قلت نقصان نہ دے، اور تم بچو ضلالت وگمراہی کی رواہ سے اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے تم کو دھوکہ نہ لگے۔

اور جس کا گمان یہ ہو کہ ہاتھ وغیرہ سے چھونا باعث برکت ہے تو پھر یہ اس کی لاعلمی اور غفلت کی دلیل ہے، اس لئے کہ برکت تو اس چیز میں ہے جو شریعت کے موافق ہو اور فضیلت و مرتبہ شریعت کی مخالفت میں کیونکر ہو سکتا ہے۔ [المجموع شرح المھذب ۸/۲۰۶، ۲۰۷]

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلمان متفق ہیں کہ بیت المعمور کے علاوہ بیت المقدس کے صخرہ اور نبی ﷺ کے حجرہ اور جبل عرفات میں موجود قبہ وغیرہ چیزوں کا طواف نہیں ہو سکتا۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ ۴/۵۲۲]

مزید فرماتے ہیں کہ کائنات میں ایسی کوئی بھی جگہ نہیں ہے جسکا طواف کعبہ کے طواف کی طرح کیا جائے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ غیر کعبہ کا طواف جائز ہے وہ اس شخص سے بدتر ہے جو کعبہ کے علاوہ دوسری جانب نماز کے جواز کا قائل ہے، جب نبی مکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اٹھارہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھائی اور وہ تب تک مسلمانوں کا قبلہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو قبلہ بنایا اور اسکے بارے میں قرآن نازل فرمایا جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ذکر ہوا ہے اسکے بعد نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں نے کعبہ کی جانب نماز پڑھی اور وہی قبلہ ٹھہرا وہ پہلے ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کا بھی قبلہ تھا۔ اور آج جو بھی شخص بیت

المقدس کو قبلہ بنائے گا اسکی طرف نماز پڑھے گا وہ یقیناً کافر ہے، مرتد ہے اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر اس نے توبہ کی تو ٹھیک ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا۔ باوجودیکہ وہ قبلہ رہ چکا ہے لیکن پھر منسوخ ہوگیا۔ تو اس شخص کا حال کیا ہوگا جو بیت المقدس کا طواف کعبہ کی طرف کرے، کعبہ کے بغیر کسی اور جگہ کا طواف کسی بھی حال میں جائز نہیں۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۷/۱۰، ۱۱]

امام نووی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ اہل علم کی تصریحات سے یہ واضح ہوا کہ طواف بیت اللہ کے علاوہ کسی بھی جگہ کا طواف کرنا کتنا جرم عظیم ہے اور اس کا خطرہ کتنا بڑا ہے، اور بعض جہال جو قبروں اور قبوں وغیرہ کا طواف کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا دین نہیں ہے بلکہ شیطانی وساوس اور ابلیس کا دین ہے، ورنہ سنت میں یہ بات کہاں پائی جاتی ہے کہ تم فلاں قبر اور فلاں قبے کا چکر کاٹو اور اس کا طواف کرو۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے اور وہ مشرکین کے شرک سے منزہ ہے۔

ساتواں سبق

حجر اسود کو بوسہ دینا اور رکن یمانی کو چھونا

گذشتہ درس میں طواف بیت اللہ کی فضیلت پر کلام تھا نیز یہ کہ یہ عظیم عبادت ارکان حج وعمرہ سے ہے اور یہ کہ طواف صرف اسی عظیم مقام کا مشروع ہے جیسا کہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ اور اس کے علاوہ دیگر مقامات مثلاً قبروں آستانوں اور قبوں کا طواف جائز نہیں کیونکہ ایسا کرنا اصول شریعت سے متصادم ہونا ہے اور اس میں حقیقتِ توحید کی مخالفت ہے اس لئے کہ اس میں خالق اور مخلوق کے درمیان برابری کی شہ ملتی ہے۔ اس سبق میں دوسرے فائدے کا ذکر ہوگا جو طواف بیت اللہ کرتے وقت مسلمان کو نصیب ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینا اور رکن یمانی کو چھونا مشروع کیا گیا ہے جو کہ عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے، کیونکہ بہت سے نصوص میں اس کا تذکرہ آیا ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام جب بیت اللہ کے پاس پہنچے تو آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور رکن یمانی کو استلام کیا یعنی چھوا۔

بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں

نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ آئے تو میں نے دیکھا کہ جب حجر اسود کو چھوا تو سب سے پہلے تین چکروں میں آپ تیز چال چلے۔ [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۶۰۳) صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۲۶۱)]

امام مسلم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب نبی اکرم ﷺ مکہ آئے تو مسجد میں داخل ہوئے اور حجر اسود کو چھوا پھر اس کے دائیں سے گزرے اور تین چکروں میں رمل کیا (یعنی تھوڑے سے دوڑے) اور چار چکروں میں چلے۔ [صحیح مسلم ۸۹۳/۲]

اسی طرح مسلمان آپ کی اتباع میں آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حجر اسود کو بوسہ دیتے رہے نہ کہ اس نیت سے کہ وہ نفع ونقصان کا مالک ہے اور وہ کچھ دینے اور لینے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس لئے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو بوسہ دیتے وقت فرمایا تھا کہ اے حجر اسود! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نفع ونقصان کا مالک نہیں اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ [اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے: صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۵۹۷)، صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۲۷۰)]

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے فرمایا کہ لوگوں نے انہی دنوں میں بتوں کی پوجا ترک کی تھی تو کسی جاہل کو یہ گمان نہ ہو کہ حجر اسود کو بوسہ دینا پتھروں کی تعظیم کی قبیل سے ہے جیسا

کہ عرب دور جاہلیت میں کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے چاہا کہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ یہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبیل سے ہے۔ وہ یہ نہ سوچیں کہ پتھر نفع ونقصان کے مالک ہیں، جیسا کہ وہ پتھروں سے عقیدہ رکھتے تھے۔

[یہ کلام حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے ۳/۴۶۳]

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے جو روایت آئی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات کہی تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ نفع ونقصان دیتا ہے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جب اولاد آدم سے میثاق اور وعدہ لیا تو وہ ایک تختے میں لکھا اور حجر اسود کو نگلوا دیا، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اس کی تیز زبان ہوگی تو وہ توحید سے بوسہ دینے والے پر گواہی دے گی۔

یہ روایت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں فرمایا کہ اس کی سند میں ابو ہارون العبدی ہے جو بہت ہی ضعیف ہے۔ [فتح الباری ۳/۴۶۲]

اس اثر کا راوی ابو ہارون اہل علم کے نزدیک متروک الحدیث ہے، اور بعض اہل علم نے اس کو کذاب کہا، نسائی نے اس کو متروک الحدیث کہا، حماد بن زید نے فرمایا کہ ابو ہارون کذاب تھا شام کو کچھ کہتا اور صبح کو کچھ کہتا۔ جوزجانی فرماتے ہیں کہ وہ کذاب اور بہتان تراش تھا، ابن حبان نے کہا کہ

وہ ابو سعید سے ایسی روایتیں کرتا تھا جو ان کی نہیں تھیں۔ اس کی احادیث لکھنا جائز نہیں مگر تعجب کے طور پر۔ [دیکھئے تہذیب الکمال مصنفہ علامہ مزی ۲۱/۲۳۲_۲۳۶]

تو اس شخص کی روایت کو کیسے لیا جائے گا جو اہل علم کے نزدیک ایسا ہو۔

پھر یہ بھی بات ہے کہ حجر اسود کو صرف بوسہ دینا مشروع ہے یا صرف چھونا یعنی جب بوسہ دینے میں مشقت ہو یا پھر صرف اشارہ کرنا اگر بوسہ دینے میں اور چھونے میں دشواری آئے۔ اسی طرح رکن یمانی کو چھونا بھی مشروع ہے چنانچہ صحیحین میں عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رکن یمانی اور حجر اسود کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کا کوئی حصہ چھوتے ہوئے نہ دیکھا۔ [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۶۰۹)، صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۲۶۹)]

اس سے پتہ چلا کہ ان دو ارکان کے سواء کسی چیز کا چھونا مشروع نہیں، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو رکن یمانی کے سوا کسی اور کو چھوا نہ جائے نہ ہی دو شامی رکنوں کو مس کیا جائے، کیونکہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے خاص انہی دو ارکان کو چھوا ہے کیونکہ وہ قواعد ابراہیم پر ہیں اور دوسرے دو بیت اللہ میں داخل ہیں، تو حجر اسود کے رکن کو بوسہ بھی دیا جائے اور چھوا جائے گا جبکہ رکن یمانی کو صرف چھوا جائے گا بوسہ نہیں دیا جائے گا

اور دوسرے دو رکن نہ بوسہ دیئے جائیں گے اور نہ ہی ان کو چھوا جائے گا، استلام کے معنی ہاتھ سے چھونے کے ہیں۔ اس کے علاوہ بیت اللہ کے تمام جوانب اور مقام ابراہیم، کائنات کی تمام مساجد اور ان کی درو دیوار انبیاء وصالحین کی قبریں، نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے نماز پڑھنے کی جگہ صخرہ بیت المقدس وغیرہ کو نہیں چھوا جائے گا اور نہ ان کو بوسہ دیا جائے گا ائمہ کا اس پر متفقہ فیصلہ ہے۔ [مجموع الفتاوی ۲۶/۱۲۱]

تو اس مقام سے جو دروس وفوائد مسلمان کو پہنچتے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ اس جگہ کے سوا کسی اور جگہ کا بوسہ دینا اور چھونا مشروع نہیں ہے اس لئے ان دو جگہوں کے علاوہ کسی جگہ کو بوسہ دینا چھونا وغیرہ پر دلائل ونصوص نہیں ہیں۔ اور مسلمان یہ عمل اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں انجام دیتا ہے نہ کہ اس خیال سے کہ اس میں کچھ نقصان یا نفع ہوگا جیسا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی گفتگو کے ضمن میں ذکر ہو چکا ہے جو انہوں نے لوگوں کے سامنے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے سکھلاتے ہوئے کہا تھا۔

سابقہ نصوص ودلائل سے پتہ چلتا ہے کہ کعبہ کی دیواروں کو چھونا اور حجر اسود کے بغیر کسی چیز کا بوسہ دینا سنت نہیں ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مقام ابراہیم کو چھونا اور بوسہ دینا سنت نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے۔ تو جب یہ خود کعبہ میں مشروع نہیں کہ

جس کی حرمت تمام مساجد ومعابد سے بڑھ کر ہے اور نہ مقام ابراہیم میں ایسا کرنا مشروع ہے جس کی شان میں رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ [سورۃ البقرۃ: ۱۲۵]

''مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو''۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ مقام ابراہیم جو شام میں ہے اور اس کے علاوہ تمام انبیاء کے مقامات اس مقام سے کم درجہ کے ہیں کہ جس کو نماز گاہ بنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس سب کے باوجود اس کو چھونا اور اس کا بوسہ دینا مشروع نہیں کیونکہ اس کی مشروعیت پر حجت نہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ جتنے بھی مقامات ہیں نماز کیلئے ان کا قصد نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کو چھوا جائے گا اور ان کو بوسہ دیا جائے گا بلکہ روئے زمین پر موجود تمام چیزوں کو حجر اسود کے بغیر چوما بھی نہیں جائے گا۔ [دیکھئے فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۷/۷۶]

رہا بعض جہال کا وہ عمل جو وہ قبروں اور آستانوں اور قبوں وغیرہ میں کرتے ہیں کہ کبھی انہیں بوسہ دیتے ہیں کبھی چھوتے ہیں کبھی اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں کبھی مدد ونصرت ان سے طلب کرتے ہیں اور کبھی اس جیسی دیگر چیزیں ان کے ساتھ بجالاتے ہیں تو ان کا یہ عمل دین سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا بلکہ وہ کھلی گمراہی اور بہتان عظیم ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور رہی بات قبروں کو

چھونے اور مس کرنے کی چاہے جیسی بھی قبر ہو اور اس کو بوسہ دینے کی اور رخسار کو اس پر خاک آلود کرنے کی تو وہ بالاتفاق ممنوع ہے، اگرچہ انبیاء ہی کی قبریں ہی کیوں نہ ہوں یہ اسلاف اور علماء امت نے نہیں کیا بلکہ یہ شرک ہے۔ [الفتاویٰ ۲۷/۹۱،۹۲]

آٹھواں سبق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو لازم پکڑنا واجب ہے

بے شک ان عظیم دروس وفوائد میں سے جو کہ حاجی حج بیت اللہ کے دروان حاصل کرتا ہے تمام اعمال حج میں سنت کی اہمیت کی معرفت اور اس کا التزام ہے، جب آپ بہت سے حجاج کے حالات پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ ذکر کی مجالس علمی حلقوں میں کثرت سے آتے جاتے ہیں، حج کے طریقے اور کیفیت اس کے ارکان وواجبات اور اس کے نواقص ومبطلات کے بارے میں علماء سے بکثرت سوال کرتے ہیں اور وہ ان سوالات کو اہمیت ودقت سے لیتے ہیں، خصوصاً وہ حجاج جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے قول (خذوا عنی مناسککم) [صحیح مسلم (حدیث نمبر۱۲۹۷)] ''مجھ سے مناسک حج حاصل کرو'' کو سمجھتے ہیں۔

تو حج مقبول نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں رسول اللہ علیہ افضل الصلوات وازکی التسلیم کے طریقے اور آپ کی سنت کا التزام نہ کیا جائے اس میں افراط وتفریط، غلو اور تقصیر، زیادتی اور کمی سے اجتناب بھی کرے، پس جب مسلم اپنے حج میں اپنے آپ پر آپ کی سنت کا التزام اور آپ کے

طریقے کا التزام کرے گا تو اس کو پتہ چلے گا کہ آپ کی اقتداء واتباع ہر نیک کام میں مطلوب ومقصود ہے تو جس طرح حج میں ہر ایک پر واجب ہے کہ آپکے طریقے پر حج کرے اس طرح تمام طاعتوں میں یہ واجب ہے کہ آپکے طریقے پر انجام دی جائیں۔ اسی لئے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے نماز کے سلسلے میں ارشاد فرمایا (صلوا كما رأيتموني أصلي) [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۶۳۱)] ''تم نماز اس طرح پڑھو جیسے تم نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا''۔

اور عمومی طور پر تمام طاعات کے سلسلے میں یہ ارشاد فرمایا (من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد) [صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۷۱۸)] ''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو اس کا وہ عمل مردود ہے''۔

اور دوسری روایت میں ان الفاظ سے آیا ہے: (من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد) [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۲۶۹۷)، صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۷۱۸)] ''جس نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں تھی تو اس کی وہ چیز مردود ہے''۔

تو ہر وہ عمل جو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق نہ ہو اس کو اللہ تعالیٰ قطعاً قبول نہیں فرمائینگے اور اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کے قول (من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد) کا منطوق ہے، کیونکہ وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہر وہ بدعت جو دین میں ایجاد کی جائے اور کتاب وسنت

میں اس کی اصل نہ ہو، خواہ وہ قولی علمی بدعت ہو یا عملی فعلی بدعت ہو، جو بھی ایسی بات بتائے جو کتاب وسنت میں دین کی قبیل سے نہ ہو یا ایسی بات کرے جو کتاب وسنت میں نہ ہو تو وہ مردود ہے کرنے والے سے وہ قبول نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اس حدیث سے مفہوماً ثابت ہوتا ہے کہ جس نے ایسا کام کیا جس پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے خواہ وہ عقائد صحیحہ کی نوعیت سے ہوں یا اعمال صالحہ کی قبیل سے ہوں تو اس کا وہ عمل مقبول ہوگا اور اس کی جدوجہد بارآور ہوگی۔

امام ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے تو ہم کو بلیغ نصیحت کی، ہماری آنکھیں اشکبار ہوئیں ہمارے دل گھبرا گئے تو ہم نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! ایسا لگا جیسے الوداعی وعظ ہو تو ہمیں وصیت کریں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اپنے امراء کی فرمانبرداری کرنا اگرچہ تمہارا امیر غلام ہی کیوں نہ ہو، بے شک تم میں جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا تو تم میری اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا، اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑنا اور تم نئی چیزوں سے بچنا بلاشک ہر نئی چیز گمراہی ہے۔ [سنن ابی داود

(حدیث نمبر ۴۶۰۷)، سنن ترمذی (حدیث نمبر ۲۶۷۶)، سنن ابن ماجہ (حدیث نمبر ۴۲، ۴۳)]

رسول اللہ ﷺ کا اس حدیث میں (كل بدعة ضلالة) فرمانا "یعنی ہر بدعت گمراہی ہے" جوامع الکلم میں سے ہے اس سے کوئی بھی چیز نہیں رہتی اور وہ اصول دین میں سے ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے قول (من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد) کے مشابہ ہے۔

تو جو شخص کوئی نئی چیز ایجاد کرتا ہے اور اس کو دین کی طرف منسوب کرتا ہے جب کہ دین میں اس کی کوئی اصل نہیں تو وہ چیز مردود ہے اس سے وہ مقبول نہیں ہوگی دین اس سے بری ہوگا، پس اللہ تعالیٰ کا دین دو عظیم اصول اور دو مضبوط بنیادوں پر مبنی ہے پہلی اساس یہ ہے کہ ہم صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں، دوسری اساس یہ ہے کہ ہم اس کی عبادت اس طریقے پر کریں جس طرح اس نے اپنے رسول ﷺ کی زبانی مشروع کی، ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت خواہشات اور بدعات کی رو میں نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۞ إِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا﴾ [سورة الجاثية: ۱۸]

"پھر ہم نے آپ کو دین کی ظاہر پر قائم کر دیا سو آپ اسی پر لگے رہیں اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑیں یاد رکھیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ

کے کسی عذاب کو ہٹا نہیں سکتے"۔

مزید ارشاد فرمایا:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللهُ﴾

[سورة الشورىٰ: ۲۱]

"کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ایسے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے نہیں"۔

پس کسی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے مگر اس طریقے پر جس کو رسول اللہ ﷺ نے واجبات وسنن کی صورت میں جائز کیا، یہ نہیں کہ وہ ان بدعات کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے جن کی اصل نہ دین میں ہے اور نہ شریعت میں اس کی حقیقت ہے۔ اور کسی شخص کو یہ بھی نہیں جچتا ہے کہ اللہ واحد کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے، نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کیلئے، روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، حج کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، توکل کرے تو اسی پر، عبادت کے تمام اقسام کو اسی کے ساتھ مخصوص جانے۔

ان دونوں اصلوں کو اللہ رب العزت نے اپنے قول ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾

[سورة الكهف: ۱۱۰]

"تو جسے بھی اپنے پرودگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے"۔

میں جمع کیا ہے، تو نیک عمل وہ ہے جو شریعت مطہرہ کے موافق ہو اور خالص وہ ہے کہ جو صرف لوجہ اللہ کیا جائے۔ عمل مقبول کے یہ دو رکن ہیں پس اگر خالص تو ہو لیکن صواب نہ ہو یعنی شریعت کے موافق نہ ہو تو وہ قبول نہیں ہوگا اور اگر صواب ہے لیکن خالص نہیں ہے تو بھی عمل مقبول نہیں ہوگا، خالص ہو اور صواب بھی ہو تو عمل مقبول ہے۔ خالص وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، اور صواب وہ ہے جو سنت کے مطابق ہو۔

تو ہر اس مسلمان پر جو دنیا وآخرت کی فلاح وسعادت کا خوگر ہو واجب ہے کہ وہ اپنے اعمال کو طریقہ رسول ﷺ اور اپنے سنت کے مطابق بنانا نہ بھولے، اور آپ کے طریقے کو چھوڑنے سے بچے آپ کی سنت کی مخالفت سے اجتناب کرے کیونکہ نبی ﷺ اپنی امت کیلئے مکمل نمونہ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا﴾ [سورة الأحزاب: ٢١]

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور

بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے"۔

نیز ارشاد ہوا:

﴿النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ [سورة الأحزاب: ٦]

"پیغمبر مؤمنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں"۔

یعنی وہ زیادہ حق دار ہے تمام دینی ودنیوی امور میں وہ خود ان کی جانوں سے زیادہ حقدار ہے بجائے کہ وہ دوسروں کا حقدار ہو، تو ان پر واجب ہے کہ وہ آپ ﷺ کو (اپنے آپ پر اور جو وہ ان سے اموال طلب کریں خواہ وہ اس کے محتاج ہوں) ترجیح دیں اور یہ بھی واجب ہے کہ وہ اپنے آپ سے زیادہ ان سے محبت کریں اور یہ بھی واجب ہے کہ اپنے حکموں پر نبی ﷺ کا حکم مقدم کریں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جب نبی ﷺ ان کو ایک چیز کی طرف بلائیں اور ان کو اپنے نفوس دوسری چیز کی طرف بلائیں تو ان پر واجب ہے کہ وہ نبی ﷺ کے بلاوے کو ترجیح دیں اور ان پر واجب ہے کہ وہ سب سے زیادہ اطاعت رسول اللہ ﷺ کی کریں اور آپ کی اطاعت کو اس چیز پر مقدم کریں جس کی طرف ان کے خیالات وظنون مائل ہوں۔ [فتح القدیر ۴/۲۶۱]

اس میں شک نہیں کہ یہ داعیہ مسلمان سے سنت کی معرفت میں جد وجہد اور محنت چاہتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو پہچاننے میں دقت

کا مطالبہ کرتا ہے اور یہ اہل علم سے پوچھ کر اور ذکر کی ان مجالس میں بیٹھ کر جن میں حلال وحرام کی تبلیغ ہوتی ہو اور مفید مؤلفات ومصنفات کا درس چلتا ہوتا کہ اس کے بعد مسلمان کیلئے عبادت صحیح طور پر انجام دینا ممکن ہو سکے جو رسول اکرم ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو۔

نواں سبق

یوم عرفہ کے بیان میں

بلا شک عرفہ اللہ تعالیٰ کے مبارک دنوں میں سے ہے۔ خیر وبھلائی، ایمان وتقویٰ کے عظیم اجتماعات میں سے ایک ہے، عبادت واطاعت کے موسموں میں سے بہترین موسم ہے اس دن آنسوؤں کی بارش ہوتی ہے دعاؤں کا سیلاب ہوتا ہے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، خطاؤں کو ترک کیا جاتا ہے، لغزشوں کو بخشوایا جاتا ہے وہ امید وبیم عاجزی وانکساری کا دن ہوتا ہے، بے شک وہ مبارک ومکرم دن ہے اس سے بہتر کوئی دن نہیں، اس کی چند خصوصیات اور صفات ہیں جن کا شمار کرنا آسان نہیں، ان کا استقصاء کرنا ناممکن ہے یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کیلئے دین مکمل کیا ان پر نعمت پوری کی، اسی دن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [سورة المائدة: ۳] ...... ’’آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھر پور کر دیا، اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا‘‘۔

اس کے بعد حلال وحرام کی کوئی بھی آیت نازل نہیں ہوئی۔

امام بخاری ومسلم رحمۃ اللہ علیہما نے طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک یہودی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ قرآن میں ایک آیت پڑھتے ہیں اگر ہم یہودیوں پر وہ نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید منا لیتے، انہوں نے کہا وہ کونسی آیت ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے اس دن کا پتہ ہے جس دن وہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی اور اس گھڑی کا بھی مجھے علم ہے جس میں وہ نازل ہوئی تھی، وہ عرفہ کی شام جمعہ کے دن نازل ہوئی تھی۔ [صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۴۶۰۶)، صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۳۰۱۷)]

اس مبارک دن میں جہنم سے بہت سے لوگ آزاد ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں پر سخاوت کرتا ہے اپنے مقرب فرشتوں سے ان کے ذریعے فخر کرتا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عرفہ سے زیادہ کسی دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا، وہ ان کے قریب ہوتا ہے پھر فرشتوں پر فخر کرتا ہے، پھر فرماتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ [صحیح مسلم

(حدیث نمبر: ۱۳۴۸)]

ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ وہ لوگ بخشے جاتے ہیں اس لئے کہ خطا کاروں اور گناہ گاروں پر فخر نہیں کیا جاسکتا مگر توبہ اور مغفرت کے بعد ہی۔ [التمہید ۱/۱۲۰]

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ عرفہ کی شام اہل عرفہ کے ذریعے اپنے فرشتوں پر فخر کرتا ہے وہ فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندے میرے پاس پراگندہ اور غبار آلود آئے ہیں۔ [المسند ۲/۲۲۴]

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنے مشہور قصیدہ میمیہ میں فرمایا:

فلله ذاك الموقف الأعظم
كموقف يوم العرض بل ذاك أعظم
ويدنو به الجبار جل جلاله
يباهي بهم أملاكه فهو أكرم
يقول عبادي قد أتوني محبة
وإني بهم أجود وأرحم
فأشهدكم أني قد غفرت ذنوبهم
وأعطيتهم ما أملوه وأنعم

فبشــــرا کــم یـــا أهــل ذا الـــموقف الـذی

بــــه یـغـفــــر الله الــذنــوب ویـــرحـم

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے عرفہ میں کھڑے ہوئے عرفہ کی شام کو لوگوں کی آہ وبکاء کو دیکھا تو کہنے لگے، اے لوگو تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر یہ لوگ کسی ایک آدمی کے پاس جائیں اور اس سے ایک دانق (دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) مانگیں کیا وہ ان کو خالی لوٹائے گا؟ تو لوگوں نے کہا نہیں، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بھی حقیر ہے۔ [مجلس فی فضل یوم عرفۃ مصنفہ ابن ناصر الدین دمشقی ص ۲۳]

اس لئے نفع اور فائدے میں دلچسپی رکھنے والے مسلمان کیلئے اس دن مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے عاجزی وانکساری کرنے والا ہو اپنے رب کی رحمت ومغفرت کا طالب ہو اس کے عذاب وعتاب سے ڈرنے والا ہو اپنے ان تمام گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو جو اس کے ہاتھوں اور پاؤں نے کیے ہوں اپنے وقت کو فضولیات میں ضائع نہ کرے بلکہ اپنے رب کی جانب رجوع کرے بکثرت استغفار ودعاء، ذکر اور تضرع کرے۔ حدیث میں ثابت ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا تمام دعاؤں میں افضل ترین دعاء عرفہ کی دعا ہے اور سب سے اچھی بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے اس دن کہی (لا إله إلا الله وحده لا شریک

لہ لہ الـملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیر) ہے۔ [اس حدیث کو اِمام ترمذی نے اپنی سنن میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر ۳۵۸۵ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے سلسلة الأحادیث الصحیحة ۴/ ۷، ۸ میں حسن قرار دیا اور فرمایا کہ یہ حدیث اپنے دوسرے شواہد کے ساتھ ثابت ہے۔]

تو عرفہ کا دن دعاء کا دن ہے اور اذکار میں سے افضل لا الہ الا اللہ ہے، تو رسول اللہ ﷺ افضل دنوں میں افضل ذکر بکثرت فرماتے، کیوں کہ دنوں کا سردار عرفہ ہے اور اذکار کا سردار لا الہ الا اللہ ہے، تو سید الاذکار کا ورد سید الایام میں حد درجہ موافق ومناسب ہے۔

بے شک لا الہ الا اللہ وہ عظیم کلمہ ہے جس کو رسول اکرم ﷺ بکثرت عرفہ کے دن کہا کرتے تھے جو افضل ترین کلمہ ہے اور مطلقا سب سے بہتر ہے یہ مضبوط کڑا ہے اور تقویٰ (دار السعادۃ) کی چابی بھی یہی کلمہ ہے دین کی بنیاد اور اساس بھی یہی ہے آسمان وزمین اسی کیلئے معرض وجود میں آئے ہیں۔ کائنات اسی لئے بنائی گئی ہے۔ انبیاء اسی لئے مبعوث ہوئے، کتابیں اسی بناء پر نازل کی گئیں۔ اس کلمہ کے فضائل اور دین میں اس کا مقام اصحاب معرفت واہل توصیف کے بس سے باہر ہے جو وہ بیان نہیں کر سکتے، بلکہ اس کے فضائل وہم وگمان میں آ ہی نہیں سکتے، اس کے خصائص احاطہ خیال میں سما ہی نہیں سکتے لیکن ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کو معلوم ہو کہ لا الہ الا اللہ صرف

زبان کے کہنے سے ادا نہیں ہوسکتا جب تک اس کے حقوق وواجبات کو پورا نہ
کرے جب تک اس کی بنیادوں اور شروط کو مکمل نہ کرے، تو لا الہ الا اللہ ایسا
کلمہ نہیں جس کے معنی کچھ بھی نہ ہوں یا وہ ایسی بات نہیں جس کی حقیقت کچھ
بھی نہ ہو یا ایسا لفظ نہیں جس کا مضمون کچھ بھی نہ ہو، بلکہ اس عظیم کلمے کا مدلول
ہے جس کا سمجھنا نہایت ضروری ہے اور اس کا ایسا معنی ہے جس کا ضبط کرنا اہم
ہے اس کی غایت ہے جس کا پورا کرنا واجب ہے کیونکہ اہل علم کا اجماع ہے
کہ اس کو صرف زبان سے معنی سمجھے اور اس کے تقاضوں کو پورا کئے بغیر اَدا کرنا
کوئی فائدہ نہیں دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ
وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [الزخرف ٨٦]

''جنہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا
اختیار نہیں رکھتے، ہاں مستحق شفاعت وہ ہیں جو حق بات کا اقرار کریں اور
انہیں علم بھی ہو''۔

یعنی جو شخص لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اور زبان سے کہے ہوئے کلمے
کا معنی بھی دل سے سمجھتا ہو۔

اور بلا شبہ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کی
طرف پوری توجہ دے اور اس کا حد درجہ اہتمام کرے کیونکہ لا الہ الا اللہ تب

تک کوئی نفع نہیں دے سکتا جب تک نفی اور اثبات میں اس کی مراد معلوم نہ
ہو جائے اس کے مطابق اعتقاد اور عمل نہ ہو، تو جو شخص اس کو کہے گا اور اس
کے ظاہر پر عمل بھی کرے گا لیکن اس کا اعتقاد نہ ہو تو وہ منافق ہے، اور جو
اس کلمے کو کہے گا اور پھر اس کے خلاف مشرکانہ عمل کرے گا تو وہ کافر ہے،
اور اس طرح جو شخص اس کو کہے پھر مرتد ہوگیا اس کے لوازم اور اس کے
حقوق کا انکار کرے تو اس کو وہ کوئی فائدہ نہیں دے گا اگرچہ وہ ہزاروں بار
اس کو ادا کرے اس طرح جو شخص اس کلمے کو پڑھتا ہے اور ساتھ ساتھ کسی قسم
کی عبادت غیر اللہ کی کرتا رہے مثلاً غیر اللہ کو پکارتا رہے غیر اللہ سے مدد مانگتا
رہے غیر اللہ سے مدد نصرت یا تعاون طلب کرتا رہے جس پر اللہ کے سوا کوئی
طاقت نہیں رکھتا تو ایسا شخص بھی مشرک ہے کیونکہ جس نے بھی ایسی عبادات
جو اللہ تعالیٰ کیلئے مختص ہیں غیر اللہ کیلئے انجام دیں وہ شخص مشرک ہے اگرچہ
وہ لا الہ الا اللہ ہی کیوں نہ پڑھتا ہو کیونکہ یہ عظیم کلمہ اس بات کا تقاضا کرتا
ہے کہ عبادت محض اللہ تعالیٰ کیلئے انجام دی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو
شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اللہ ہی کی جانب توجہ کی جائے خشوع وخضوع میں
بھی، رغبت وترغیب میں بھی توکل وانابت میں بھی دعاء اور طلب میں بھی،
غرض ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ کا تقاضا اس کلمہ میں مضمر ہے تو لا الہ
الا اللہ کہنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی

سے مدد نہیں مانگتا، اس کے علاوہ کسی پر توکل نہیں کرتا اس کے سوا کسی سے امید نہیں باندھتا، اس کے بغیر کسی کیلئے ذبح نہیں کرتا کسی بھی قسم کی عبادت اللہ کے علاوہ کسی کی بھی جانب نہیں پھیرتا، بلکہ وہ اللہ کے سوا ہر معبود کا انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب ان چیزوں سے برأت کرتا ہے۔ [دیکھئے تیسیر العزیز الحمید ص ۷۸]

دسواں سبق

ذبح کرنے میں للّٰہیت

بے شک اللہ تعالیٰ کے عظیم ایام میں یوم النحر بھی ہے یعنی دس ذی الحجہ جس دن عید الاضحیٰ ہوتی ہے۔ اس دن کو یوم الاضحیٰ اس لئے کہا گیا کہ اس دن مسلمان اللہ تعالیٰ کا تقرب چوپایوں کی قربانی کر کے ڈھونڈتے ہیں، حجاج اس دن اپنی قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں اور کائنات کے چپے چپے میں مسلمان اس دن قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، حجاج ہدی کے جانوروں کا تحفہ پیش کرتے ہیں جبکہ عام مسلمان قربانی کے جانوروں کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ☆ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ ☆ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ☆ لَن يَنَالَ اللّٰهَ

لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ☆ ﴾ [سورة الحج: ۳۴-۳۷]

''اور ہر امت کیلئے ہم عبادت کے طریقے مقرر فرماتے ہیں تا کہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھے ہیں سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ انہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل تھرا جاتے ہیں، انہیں جو برائی پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں نمازوں کی حفاظت واقامت کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ بھی دیتے رہتے ہیں۔ قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے نشانات مقرر کر رکھے ہیں ان میں تمہیں نفع ہے پس انہیں کھڑا اللہ تعالیٰ کے نام پر نحر کرو پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو اسے خود بھی کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ اسی طرح ہم نے چوپایوں کو تمہارے ماتحت کر دیا کہ تم شکر گزاری کرو، اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے اور نہ ہی ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیز گاری پہنچتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع کر دیا ہے کہ تم اس کی رہنمائی کے شکریے میں اس کی بڑائیاں بیان کرو اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنا دیجئے''۔

یعنی صرف ان کا ذبح کرنا کافی نہیں بلکہ وہ اس لئے مشروع کیا گیا ہے تا کہ تم ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، کیونکہ وہی خالق اور رزق دینے والا ہے اور ایسی بات نہیں کہ اس کو ان جانوروں کا گوشت یا خون پہنچتا ہو چونکہ وہ اپنے ماسوا سے بے نیاز ہے ﴿وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنكُمْ﴾ یعنی اللہ تک اس عمل کا اخلاص وثواب کی تمنا اور نیک نیتی اور اس عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول جیسے عظیم مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اس جملے میں ترغیب وتخصیص ہے کہ قربانی میں اخلاص ہونا چاہئے اور قربانی کرنے کا مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس ہی عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر انجام دیا گیا ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴾[سورة الأنعام: ۱۶۲، ۱۶۳]

''آپ فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اس کا حکم ہوا ہے اور سب ماننے والوں سے پہلا ہوں''۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے

حبیب کو حکم فرماتا ہے کہ آپ مشرکین کو خبر دیں جو مشرکین غیر اللہ کو پوجتے ہیں غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں میں ان کا مخالف ہے، تو اس کی نماز، اس کی قربانی، صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے نام پر ہونی چاہئے اس مضمون کو اللہ رب العزت نے ﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾ میں بیان کیا ہے یعنی اپنی نمازوں کو اور اپنی قربانیوں کو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کرو کیونکہ کفار بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے نام پر ذبح کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی مخالفت کا اور ان کے کاموں سے اعراض کا حکم فرمایا اور قصد و نیت اور ارادہ میں اخلاص کا حکم دیا۔

امام مجاہد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي﴾ نسک حج اور عمرہ میں ذبح کرنے کو کہتے ہیں۔

امام ثوری امام سدی سے نقل کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے ﴿وَنُسُكِي﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ مراد (ذِبْحِی) ہے یعنی میرا ذبح کرنا، یہی رائے امام سدی اور امام ضحاک کی ہے۔

ذبح کرنا اللہ تعالیٰ کی ان عظیم ترین عبادات میں سے ہے جن کے ذریعے مسلمان اپنے رب کے لئے قربانی کرکے قربت حاصل کرتے ہیں، خواہ ہدی کا جانور ذبح کر کے یا قربانی عقیقہ اور منت کا جانور ذبح کیا جائے۔ تو اس عبادت کا غیر اللہ کے لئے انجام دینا جائز نہیں۔

صحیح مسلم میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چار کلمات بیان فرمائے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو والدین پر لعنت کرے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو کسی بدعتی کو پناہ دے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو زمین کے نشانات تبدیل کرے۔ [صحیح مسلم، (حدیث نمبر ۱۹۷۸)]

لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری پر بولا جاتا ہے۔ ان چاروں چیزوں میں سے سب سے زیادہ خطرناک کام انجام کے اعتبار سے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرناک ترین چیز سے شروع فرمایا، کیونکہ غیر اللہ کیلئے ذبح کرنا شرک ہے اور بقیہ اشیاء کبیرہ گناہ ضرور ہیں لیکن شرک کے مرتبے کو نہیں پہنچتیں، غیر اللہ کے لئے جو بھی ذبح ہو وہ شرک ہے اگرچہ وہ کوئی حقیر چیز ہی کیوں نہ ہو مثلاً مکھی جیسی چیز ہی کیوں نہ ہو عمدہ جانوروں کو ذبح کرنا تو ہے ہی۔

امام احمد نے کتاب الزہد میں، ابونعیم نے حلیہ اور دیگر ائمہ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت کی ہے جس کی سند صحیح ہے کہ انہوں نے فرمایا ایک آدمی جنت میں ایک مکھی کی بناء پر داخل ہوا اور دوسرا جہنم میں ایک مکھی کے سبب داخل ہوا، کہنے والوں نے کہا وہ کیسے؟ فرمایا کہ سابقہ امم میں سے

دو آدمیوں کا گزر ایسے لوگوں سے ہوا جو بت کے پجاری تھے اور وہاں سے جو بھی گزرتا تھا وہ ان کے بت کے نام ضرور نذر کرتا تھا تو انہوں نے ان دونوں آدمیوں سے بھی نذرانے کا مطالبہ کیا، ایک نے کہا تم نیاز دو اگرچہ مکھی ہی ہو اس نے مکھی کی نذر پیش کی اور آگے بڑھ گیا وہ جہنمی ہوا، دوسرے آدمی سے کہا کہ تم نیاز دو اس نے کہا میں نیاز نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو، تو انہوں نے اس کا سر قلم کر دیا تو وہ بہشت میں داخل ہوا۔ [الزہد ص ۳۲، ۳۳، الحلیة ۱/۲۰۳]

یہی ہے وہ چیز جس سے شرک کی قباحت کا اندازہ اگرچہ وہ چھوٹی سے چھوٹی چیز ہی کیوں نہ ہو، اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جہنم اس سے واجب ہو جاتی ہے، ان دو آدمیوں میں سے پہلے آدمی نے سب سے حقیر جانور مکھی کی قربانی دی تو اس کا ٹھکانا جہنم ٹھہرا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک ٹھہرایا، تو جب یہ حال ایک مکھی کا ٹھہرا تو اونٹ پالنے یا بھیڑ بکریوں کی نیاز چڑھانے والے کا کیا حال ہوگا جو ان نذرانوں کے ذریعے قربت الٰہی کا طالب ہو۔

امام شوکانی رحمہ اللہ اپنی کتاب شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ ان مفاسد میں سے جو آدمی کو اسلام سے دور پھینک دیتی ہیں اور دین کی چوٹی سے گرا دیتی ہے کہ بہت سارے لوگ سب سے عمدہ جانوروں کو قبر کے پاس

ذبح کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوگی، تو وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں اور اس کے ذریعے وہ کسی بت کی پوجا کرتے ہیں، اس لئے کہ کھڑمھروں کی پوجا اور قبروں کی پوجا میں کوئی فرق نہیں صرف نام کا فرق ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اور نام کا اختلاف حلت وحرمت میں مؤثر نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص شراب کو دوسرا نام دیتا ہے اور پھر اس کو پیتا ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو اس کا ہے اور یہ بات اجماعِ اُمت سے ثابت ہے۔

اس میں بھی شک نہیں کہ قربانی عبادت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے جس کے ذریعے بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اس میں سے ہدی، فدیہ اور قربانی کے جانور بھی ہیں۔ ان کو قبر کے پاس قربانی کرنے والے کا مقصد اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ یا تو وہ اس کی تعظیم اور اکرام کرتا ہے، یا وہ بھلائی کا متمنی اور شر سے بچنے کی خاطر ایسا کرتا ہے، اور یہ چیزیں بلاشبہ عبادت کی قبیل سے ہیں، اور اس کا سننا ہی آپ کے لئے شرک کی انتہاء ہے لا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اسلام میں عقر نہیں ہے۔

عبد الرزاق صنعانی فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں قبروں کے پاس ذبح کیا کرتے تھے یعنی بھیڑ بکریاں اور گائیوں کا نذرانہ پیش کرتے تھے، امام ابو

داؤد نے اس حدیث کو انس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے نقل کیا ہے۔

امام شوکانی کی بات مکمل ہوگئی۔ [شرح الصدور للشوکانی الجامع الفرید کے ضمن میں ص ۵۳۰،۵۲۹]

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نصیحت کا حق ادا کر دیا اور اس خطرناک معاملے سے ڈرانے میں بہتر کردار ادا کیا۔

ہم اللہ رب العلمین سے دست بدعا ہیں کہ وہ ہمیں اس جیسی چیزوں میں واقع ہونے سے بچائے اور ہمارے اعمال خالص اپنے لئے بنائے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا سخی ہے۔

گیارھواں سبق

حلق کے بیان میں

دس ذی الحجہ یوم النحر کے اعمال حج چار ہیں: رمی جمار، قربانی، سر منڈھوانا، طواف کرنا۔

اس درس میں بات سر منڈھوانے، بال چھوٹا کرنے کی ہوگی جو اس دن اللہ تعالیٰ کی عظیم عبادات اور طاعات اور قربت الٰہی میں سے ایک ہے۔

حلق سرے سے بال منڈھوانے کو کہتے ہیں، جبکہ قصر بالوں کا چھوٹا کرنے کو کہتے ہیں، اور ان دونوں میں سے کوئی ایک حج کے واجبات میں سے ایک ہے جیسا کہ عمرے میں بھی ان دونوں میں سے ایک چیز حلق یا تقصیر واجب ہے۔ اس کا چھوڑ دینا جائز نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ﴾ [سورۃ الفتح: ۲۷]

”ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں جاؤ گے سر منڈھواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے چین کے ساتھ نڈر ہو کر“۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مناسک حج میں حلق یا تقصیر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کی صفت بیان نہ فرماتا۔ [المغنی ۵/۳۰۵]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو صحابہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف کریں، صفا اور مروہ کی سعی کریں، پھر حلال ہو جائیں اور حلق کریں یا تقصیر کریں۔ [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۷۳۱)]

تو حلق یا تقصیر حج وعمرہ کے واجبات میں سے ہے جو شخص اس واجب کو پورا نہ کرے تو اس کو دم دینا پڑے گا۔

وہ احرام کے انتہاء کی نشانی ہے رسول اللہ ﷺ کے فعل کی اقتداء ہے کیونکہ آپ نے خود بھی حلق کیا اور صحابہ کو بھی حلق کا حکم دیا۔

نیز وہ پیشانیوں کا رب عظیم کے دربار میں جھکانا ہے، رب العزت کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بلیغ ترین اقسام میں سے ایک ہے۔

اور جب مسلمان اس عظیم اطاعت اور ذی شان عبادت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں انجام دیتا ہے تو اس پر یہ جاننا واجب ہے کہ سر کا عبادت اور تقرب کے طور پر منڈھوانا اور بالوں کا کاٹنا غیر اللہ کے لئے جائز نہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو قربت اور عبادت کے طور پر مشائخ کے سامنے یا قبروں کے پاس سر منڈھواتے ہیں یا بال چھوٹے کرتے ہیں کیا ایسا کرنا سنت ہے یا بدعت؟ نیز مطلقاً سر منڈھوانا سنت ہے یا بدعت؟ تو آپ نے جواب دیا کہ سر منڈھوانا چار قسموں پر ہے:

نمبر ایک: حج اور عمرہ میں سر منڈھوانا، تو یہ قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ﴾

نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے حج اور عمرہ میں حلق کیا اور آپ کے صحابہ نے بھی حلق کیا، بعض صحابہ نے حلق کیا اور بعض نے قصر کروایا، اور حلق کرنا افضل ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! حلق کرنے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ نے کہا: بال چھوٹے کرنے والوں کی مغفرت کا سوال کیجئے، آپ نے دوبارہ فرمایا: اے اللہ! حلق کرنے والوں کی مغفرت فرما، صحابہ نے پھر وہی کہا، آپ نے پھر فرمایا کہ اے اللہ! حلق کرنے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول! بال چھوٹے کرانے والوں کی بھی مغفرت کا سوال فرمائے، آپ نے اس بار ان کیلئے بھی مغفرت کا سوال کیا۔ [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۷۲۷)،

صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۳۰۱)]

جن صحابہ نے قربانیوں کے جانور حجۃ الوداع میں ساتھ لئے تھے ان کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ بالوں کو طواف بیت اللہ اور سعی کے وقت چھوٹا کریں پھر جب وہ حج مکمل کرلیں تو حلق کریں، تو ان لوگوں کو حلق اور تقصیر کے جمع کرنے کا حکم دیا۔

نمبر دو: ضرورت کیلئے حلق کرنا مثلاً دوا لگانے کیلئے یا طبی مشورے سے حلق کرے، تو یہ حلق بھی کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، کیونکہ اللہ رب العٰلمین نے محرم کو اجازت دی کہ حلق کرے جب اس کے سر میں تکلیف ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ [سورة البقرة: ۱۹۶] ''تم مت منڈھواؤ اپنے سروں کو یہاں تک کہ پہنچے قربانی جگہ حلال ہونے اپنے کے، پس جو کوئی ہو تم میں سے بیمار یا اس کو ایذا ہو سر میں پس بدلہ ہے روزوں سے یا خیرات سے یا ذبح سے۔

کعب بن عجرۃ کی حدیث اتفاق سے ثابت ہے کہ جب حدیبیہ کے عمرے میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام ان سے گزرے اور جوئیں ان کے سر میں رینگتی تھی تو فرمایا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں ایذاء پہنچاتی ہیں؟ انہوں نے کہا

ہاں، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سر مونڈھ لو اور ایک بکری کی قربانی دو یا تین دن روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو ایک وقت کھانا کھلادو۔ [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۸۱۴)، صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۲۰۱)]

یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔

نمبر تین: سر کا حج وعمرہ کے علاوہ ورع وتقویٰ اپنانے کی خاطر مونڈھنا مثلاً جس طرح بعض لوگ توبہ کرنے والے کو حکم دیتے ہیں کہ وہ سر منڈھوا دے، اور اس طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ سر مونڈھنا پرہیز گاری اور زہد کی دلیل ہے، یا سر منڈھوانا نہ منڈھوانے سے بہتر سمجھے یا یہ سمجھے کہ حلق کرنے والا زیادہ متقی و پرہیز گار ہے یا حلق کی بجائے توبہ کرنے والے سے یہ کہا جائے کہ تم بالوں کو چھوٹا کرو اور شیخ ایک جائے نماز اور قینچی اپنے پاس رکھے اور نماز اس جائے نماز پر پڑھے ایسا اس لئے کرے کہ اس سے اس کی مشیخیت کو مکمل تسلیم کیا جاتا ہوتا کہ پھر وہ ایک نمونہ بنے اور توبہ کرنے والوں کو توبہ دیا کرے۔

تو ایسا کرنا بدعت ہے اس کا حکم نہ اللہ تعالیٰ نے دیا نہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور ائمہ میں سے کسی ایک کے نزدیک بھی یہ نہ واجب ہے نہ مستحب اور نہ صحابہ کرام میں سے کسی نے ایسا کیا اور تابعین سے ایسا کرنا ثابت ہے اور نہ زہد وتقویٰ کے علمبردار اسلاف نے ایسا کیا، خواہ وہ صحابہ تھے یا تابعین

یا تبع تابعین یا ان کے بعد والے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں جنہوں نے بھی اسلام لایا آپ نے کسی کو بھی حلق کا حکم نہ دیا اور آپ نے کسی کے بال کاٹے اور نہ مخصوص جائے نماز پر نماز پڑھتے تھے بلکہ آپ امامت فرماتے اور جس چیز پر لوگ نماز پڑھتے تھے آپ بھی اس پر نماز ادا فرماتے تھے اسی چیز پر آپ بھی جلوہ افروز ہوتے جس پر وہ بیٹھتے۔ اپنے صحابہ سے الگ خصوصی نشست آپ کیلئے نہیں ہوتی، اور جس شخص نے ایسی بدعات سے ثواب کی امید رکھی یا قربت واطاعت کی آس لگائی جو نہ واجب ہیں اور نہ مستحب اور جن کو تائب کیلئے دین کی تکمیل کی خاطر لازمی حصہ قرار دیا جائے تو وہ راہِ حق سے گم گشتہ اور سبیل اللہ سے ہٹا ہوا ہے اور شیطانوں کے نقوش کی پیروی کرنے والا ہوگا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے حلق کی چوتھی قسم بیان کی کہ جو نہ حج وعمرہ کے واجبات اور نہ ہی قربت واطاعت اور عبادت کے طور پر انجام دی جائے اور نہ ہی ضرورت کے طور پر کی جائے، تو فرمایا کہ اس میں اہل علم کے دو قول ہیں اور وہ دونوں امام احمد بن حنبل کی دو روایتیں ہیں:

پہلی روایت یہ ہے کہ وہ مکروہ ہے، امام مالکؒ وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ وہ مباح ہے، ابو حنیفہ کے اصحاب سے اور شافعی سے یہی مشہور ہے۔

پھر ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہر فریق کے دلائل ذکر فرمائے ہیں۔

[مجموع الفتاویٰ ۲۱/ ۱۱۶-۱۱۹]

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی زاد المعاد میں سابقہ تقسیم ذکر کی ہے اور فرمایا کہ حلق کی اقسام میں بعض شرک ہیں اور بعض بدعت مثلاً غیر اللہ کیلئے سر مونڈھنا، جیسا کہ مرید اپنے مشائخ کیلئے مونڈھے اور پھر وہ کہیں کہ میں نے فلاں شیخ کے لئے حلق کیا اور تو نے فلاں کیلئے حلق کیا، اس بات کا وہی درجہ ہے جو اس بات کا درجہ ہے کہ میں نے فلاں کے لئے سجدہ کیا۔

بلا شک حلق کرنا عبادت ہے اور عاجزی انکساری ہے اس لئے تمتہ حج میں سے اسے شمار کیا گیا ہے۔

پھر علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ گمراہ کن شیوخ نے اپنے مریدوں کے لئے سر مونڈھنا وغیرہ وضع کیا ہے جس طرح کہ اپنے لئے سجدی ریزی روا رکھی ہے۔ [زاد المعاد ۴/۱۵۹، ۱۶۰]

اور یہ سب کا سب واضح شرک ہے عظیم بہتان ہے اللہ تعالیٰ کی ذات شرک سے بری ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

بارھواں سبق

دعا میں اخلاص کے بیان میں

ان عظیم عبادات میں سے جن کی جانب حج کے دنوں مسلمانوں کی توجہ اور عنایت بڑھ جاتی ہے وہ دعا ہے جو عبادات کی افضل ترین قسموں میں سے ایک ہے۔ حدیث صحیح میں نبی کریم ﷺ نے اس کو عبادت کا نام دیا ہے۔ کیونکہ عبادت میں دعا کا مرتبہ عظیم ہے اسی لئے قرآن کریم میں اور سنتِ مطہرہ میں ایسی بہت سی نصوص وارد ہوئی ہیں جو اس کی عظمت کو اجاگر کرتی ہیں جو مختلف طریقوں سے اس کی ترغیب و تحضیض دلاتی ہیں۔ کبھی اس کا حکم دے کر کبھی اس کا مقام و مرتبہ بیان کر کے کبھی دعا کرنے والوں کی تعریف بیان کر کے، اور اس کے ثواب کی عظمت اور متنوع فضائل کا تذکرہ فرما کر، اور بعض مقامات پر اس سے اعراض اور استکبار سے ڈرا کر۔

اللہ رب العٰلمین کا ارشاد ہے:

﴿اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ☆ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [سورة الأعراف: ۵۵، ۵۶]

"تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں اور دنیا میں اس کے بعد کہ اس کی درستگی کر دی گئی ہے۔ فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں سے نزدیک ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ [سورة البقرة: ۱۸۶]

"جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے میں قبول کرتا ہوں۔ اسلئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی انکی بھلائی کا باعث ہے"۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ [سورة غافر: ۶۰]

"اور تمہارے رب کا فرمان سرزد ہو چکا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کرونگا، یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری

کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہوکر جہنم میں پہنچ جائیں گے"۔

اس معنی کی آیتیں بہت ساری ہیں۔

حج کے دنوں میں حجاج دعا کا کچھ زیادہ ہی اہتمام کرتے ہیں کیونکہ وہاں پر زمان ومکان کی شرف وفضیلت جمع ہوتی ہے، اور ان کے دلوں میں رقت اور خشوع اور توجہ الی اللہ کا ایک سیلاب سا ہوتا ہے، خصوصاً عرفہ میں جو تمام دنوں سے بڑھ کر ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ بدیہی طور پر بات معلوم ہے کہ عرفہ کی شام کو مؤمنین کے دلوں میں ایمان ورحمت اور نور وبرکت کا ایسا نزول ہوتا ہے جس کا بیان کرنا محال ہے۔ [مجموع الفتاویٰ ۵/۳۷۴]

اسی لئے عرفہ کے دن کی عظمت وفضیلت میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: دعاؤں میں سے سب سے افضل دعاء عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ [اس کو امام ترمذی نے سنن الترمذی میں روایت کیا ہے (حدیث نمبر ۳۵۸۵) عبداللہ بن عمرو راوی ہیں، علامہ البانی نے سلسلۃ الصحیحہ میں اسے حسن کہا ہے ۴/۷، ۸۔ اور پھر فرمایا کہ حدیث ان شواہد کے مجموع سے ثابت ہے۔]

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ عرفہ کے دن کی دعا اس کے علاوہ دنوں کی دعا سے افضل ہے، اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ عرفہ کے دن کی دعا غالباً

قبول ہوتی ہے۔ [التمہید ۶/۴۷]

حج میں کچھ خاص مقامات ہوتے ہیں مسلمان کو چاہئے کہ ان مقامات میں ٹھہرے اور وہاں پر دعا کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ان مقامات پر ٹھہرتے تھے قبلہ رو ہوکر دعا فرماتے تھے اور خاص کر چھ جگہیں ہیں:

عرفہ میں، مشعر حرام میں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ [سورة البقرة: ۱۹۸] "جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو"۔

صفا اور مروہ پر دعا کرنا بھی ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب صفا پر کھڑے ہوتے تو تین بار تکبیر کہتے اور پھر یہ کہتے، لا إله الا الله وحده لا شريک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدير تین مرتبہ کہنے کے بعد دعا کرتے، مروہ پر بھی آپ اسی طرح کرتے۔ [صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۲۱۸)]

جمرہ صغریٰ اور جمرہ وسطیٰ کے بعد بھی آپ کھڑے ہوتے اور دعا فرماتے جیسا کہ صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جمرہ دنیا (یعنی صغریٰ) پر سات کنکریاں پھینکتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے

پھر آگے بڑھتے یہاں تک کہ نشیب میں آتے تو قبلہ رو کھڑے ہو جاتے پھر دیر تک کھڑے رہتے دعا فرماتے اور ہاتھ اٹھا کر مانگتے، اس کے بعد جمرہ وسطیٰ پر کنکریاں پھینکتے اور ذرا بائیں ہو کر نشیب میں آتے قبلہ رو کھڑے ہوتے دیر تک قیام فرماتے، ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے یہ قیام لمبا ہوتا، پھر جمرہ عقبہ کو بطن وادی سے کنکر پھینکتے، وہاں پر قیام نہ کرتے اور پھر لوٹ آتے۔ یہ بیان کرنے کے بعد عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔ [صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۷۵۱]

تو یہ چھ جگہیں ہیں کہ جہاں یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے ان جگہوں میں وقوف فرمایا اور دعا میں ہاتھ بھی اٹھاتے۔ اور عام دعاؤں کا حج میں عظیم مرتبہ ہے بلکہ تمام عبادات میں دعا کا عظیم مرتبہ ہے بلکہ عبادات کا مغز اور اس کی روح دعا ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دعا عبادت ہے۔ [مسند احمد ۴/۲۷۱، سنن الترمذی (حدیث نمبر ۲۹۶۹)]

جب دین میں دعا کا یہ درجہ ہے اور اس کا یہ مقام ہے تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ دعا کی طرف اس کی توجہ بھی عظیم ہو اور وہ نہایت اہتمام سے دعا کیا کرے، اور یہ کہ وہ دعاء کی شروط سے مقید ہو اور دعاء کے آداب سے مزین ہو، نیز عدم قبولیت کے اسباب سے بچنے والا ہو اور قبولیت کے اوقات کا تلاش کرنے والا ہو۔

اور سب سے اہم جس چیز کا خیال رکھنا چاہئے وہ یہ کہ مسلمان کی دعا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو وہ اللہ کے سوا کسی سے دعا نہ کرے مدد بھی اس کے بغیر کسی سے نہ مانگے تعاون اور نصرت اور شفاء بھی اس کے علاوہ کسی سے طلب نہ کرے اس لئے کہ جیسا کہ ابھی گزرا کہ دعا عبادت ہے، اور غیر اللہ کی عبادت کرنا شرک اکبر ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج کرنے والا ہے، اللہ کی پناہ!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ ☆ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ [سورة يونس: ۱۰۶، ۱۰۷]

اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے پھر ایسا کیا تو تم اس حالت میں حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے مبذول فرمادے اور وہ بڑی مغفرت، بڑی

رحمت والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ [سورة المؤمنون: ١١٧]

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں پس اس کا حساب اس کے رب کے اوپر ہی ہے بے شک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں"۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الْحَيُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [سورة الغافر ٦٥]

"جو زندہ ہے جس کے سوا کوئی الوہیت والا نہیں پس تم خالص اس کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو"۔

مزید فرمایا:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللهِ أَحَدًا﴾ [سورة الجن ١٨]

"اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں پس تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو"۔

اس معنی کی آیات بہت ساری ہیں۔

دعا کے بہت سارے آداب ہیں، ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ

نے اس آیت میں بیان کئے:

﴿اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ☆ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [سورة الأعراف: ٥٥، ٥٦]

جب مسلمان دعا کرے اور حضور قلب بھی ہو اور جس چیز کو مانگتا ہو اس کو دل کی گہرائیوں سے مانگتا ہو اور قبولیت کا وقت بھی میسر ہو جائے، دل میں خشوع بھی ہو رب العلمین کے سامنے انکساری بھی ہو، رقت بھی ہو، قبلہ رو بھی ہو باوضوء بھی ہو، ہاتھ بھی اٹھائے ہوں اللہ تعالیٰ کی تعریف وثناء اور نبی پر درود بھی بھیجے اپنی حاجت پر توبہ واستغفار کو مقدم بھی کرے، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو اور الحاح وزاری سے مانگے ترغیب وترہیب سے دعا کرے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور توحید باری کا وسیلہ بھی لائے، دعا کرنے سے پہلے صدقہ بھی کرے، تو اس دعا کا رد ہونا ناممکن ہے۔ خصوصاً وہ دعائیں جن کی نبی کریم ﷺ نے قبولیت کی نشاندہی بھی کی ہو اور جو دعائیں اسم اعظم پر مشتمل ہوں کہ جب اس اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے اور جب اس کے وسیلے سے کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو وہ چیز عطا کی جاتی ہے۔ [الجواب الکافی لابن القیم ص ٩]

جیسا کہ سنن اربعہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی

کو کہتے سنا:

(اللهم إنى أسألك بأنى أشهد أنك أنت الله لا إله إلا أنت الأحد الصمد الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد)

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، وسیلہ لاتا ہوں اس بات کو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں تو اکیلا ہے بے نیاز ہے کہ جو نہ جنا ہے اور نہ جنا گیا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں''۔

تو فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اس اسم اعظم کو وسیلہ لا کر کہ جب اس کے وسیلے سے مانگا جاتا ہے تو وہ عطا کرتا ہے اور اس کو وسیلہ لا کر دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول ہوتی ہے۔ [سنن ابی داؤد (حدیث نمبر ۱۴۹۳)، سنن الترمذی (حدیث نمبر ۳۴۷۵)، السنن الکبریٰ للنسائی (حدیث نمبر ۷۶۶۶)، سنن ابن ماجہ (حدیث نمبر ۳۸۵۷)، صحیح ابن حبان (حدیث نمبر ۸۹۱، ۸۹۲)]

تیرھواں سبق

دین میں غلو سے اجتناب کے بیان میں

اسباق حج میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی تمام معاملات میں اعتدال وتوسط کی اہمیت سیکھتا ہے نیز وہ یہ درس حاصل کرتا ہے کہ ظلم و جفاء اور غلو اور افراط وتفریط سے بچنا کتنا اہم ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے اس امت کے وصف میں بیان فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [سورة البقرة: ۱۴۳]

''ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہو جائیں''۔

اُمت وسط سے مراد ایسے عادل گواہوں کے ہیں جو حق سے نہ ہٹیں غلو نہ کریں اور نہ ہی ظلم و جفاء بلکہ وہ معتدل اور میانہ رو ہوں حج ایسے مواقع سے پُر ہے جو توسط کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں اور اعتدال کی اہمیت اُجاگر کرتے ہیں۔

اس باب کے ان مواقع میں سے یہ ہے کہ ہم رمی جمار میں منقول نبی

مکرم ﷺ کا طریقہ مشاہدہ کریں پھر لوگوں کا حال دیکھیں، کیونکہ لوگوں میں سے بعض کنکریاں مارنے میں غلو کرتے ہیں اور بعض دوسرے جفاء وظلم کے شکار ہیں، کچھ افراط میں ملوث اور کچھ تفریط کے شکار ہیں ہاں وہ لوگ محفوظ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سنت کی پیروی سے نوازا ہے اور نبی ﷺ کے طریقہ سے بہرہ ور فرمایا ہے۔

امام احمد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ العقبۃ کی صبح کو کہا درآنحالیکہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، اے عبد اللہ میرے لئے کنکریاں چن لاؤ تو میں نے خذف کی سات کنکریاں چن لائیں تو آپ ان کو اپنی ہتھیلی میں پلٹنے لگے اور کہنے لگے ان ہی جیسی کنکریاں مارا کرو پھر ارشاد فرمایا اے لوگو! دین میں غلو سے بچو کیونکہ تم سے پہلے والوں کو دین میں غلو نے ہلاک کر دیا تھا۔

اس حدیث کی سند مسلم کی شرط پر ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ وغیرہ اہل علم نے ذکر کیا ہے۔ [دیکھئے اقتضاء الصراط المستقیم ۱/۲۹۳]

تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا حدیث میں یہ فرمانا کہ ان ہی جیسی کنکریاں مارا کرو، یعنی جو کنکریاں حضرت ابن عباس نے چنی تھیں۔ حدیث میں ان کا حجم محدد ہے، اور وہ خذف کی کنکریوں کا حجم ہے جو چنے کے دانے کے برابر

ہے، تو یہ لفظ ایسی کنکری کو شامل نہیں جو کنکر نہیں کہا جا سکتا، چھوٹا ہونے کی بناء پر اور نہ ایسے کوئی کنکر کو شامل ہے جو کنکر سے بڑا ہو جس کو پتھر کہتے ہیں، تو حدیث میں جس چیز کو مشروع کہا گیا ہے وہ توسط ہے۔

تو یہ مسئلہ کتنا واضح ہے اس کے باوجود جبکہ آپ بعض ان مسلمانوں کے حال سے جو نبی ﷺ کی سنت سے بے خبر ہیں اس کا موازنہ کریں گے تو غلو اور جفاء، افراط وتفریط کی انتہاء پائیں گے، جبکہ حق اعتدال ہے، تو مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت سے کمی نہ کرے جیسا کہ جفا اور تفریط والے کرتے ہیں اور نہ اس پر زیادہ کرے جیسا کہ غلو اور افراط والوں کا وطیرہ ہے بلکہ اعتدال اور توسط کو اپنائے رکھیں۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ تم دین میں غلو سے بچو یہ اعتقاد وعمل کی تمام اقسام میں غلو کو شامل ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے سبب کے خصوص کا نہیں، مسلمان پر پابندی ہے کہ وہ تمام احوال میں غلو نہ کرے تمام معاملات میں غلو سے بچے، بے شک شیطان اللہ تعالیٰ کے مؤمن بندے کی ہمیشہ ٹوہ میں رہتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے اور جادہ مستقیم سے ہٹائے جفاء وغلو میں مبتلاء کر کے یہ پروا کئے بغیر کہ وہ غلو کرتا ہے یا کمی چونکہ دونوں طریقے اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ جیسا کہ بعض سلف کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بھی چیز کا حکم دیا شیطان کے اس میں دو کچوکے ہیں، ایک تفریط

وتقصیر کا، دوسرا زیادتی اور غلو کا، جہاں بھی تیر لگے وہ کامیاب ہے۔

وہ مسلمان کی تمام راہوں کا واقف کار ہے وہ سازشیں رچانے اور مکرو فریب ڈالنے سے تھکتا نہیں، اکتاتا نہیں، وہ حتی الوسع مقدور بھر کوشش کرتا ہے کہ بندہ مؤمن کو گمراہ کر دے، صراط مستقیم سے اسے پھیر دے، راہ حق سے اس کی عنان موڑ دے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف (إغاثة اللهفان من مصائد الشيطان) میں فرمایا کہ اس کی تدابیر یعنی شیطان کی تدابیر میں سے یہ بھی ہے وہ نفس انسان کو سونگھتا ہے کہ اس پر کونسی قوت کارگر ہوگی، جرات وشجاعت کی قوت، یا بزدلی اور ڈر کی قوت، اگر وہ غلبہ کمزوری اور بزدلی کو دیکھتا ہے تو وہ اس کو مزید بزدل بنانے کے اسباب اختیار کرتا ہے تو اس کی ہمت کو ہرا دیتا ہے اس کام کو اس کے سامنے بھاری کر دیتا ہے، اس کا چھوڑنا آسان کر دیتا ہے، تو نتیجتاً وہ بندہ یا تو پورا چھوڑ دیتا ہے یا اس میں کمی کر دیتا ہے یا اس میں سستی برتتا ہے، اور اگر اس میں اقدام وجرات دیکھتا ہے تو اس چیز کو اس کی نظر میں حقیر کر دیتا ہے اور اس کو وہ ناکافی سمجھنے لگتا ہے اور وہ مبالغہ اور زیادتی کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ پہلی صورت میں کمی اور تقصیر کرتا ہے، جبکہ دوسری صورت میں غلو اور زیادتی کا شکار ہوتا ہے اور اکثر لوگ انہی دو وادیوں میں کھو گئے ہیں۔ تقصیر وجفاء کی وادی اور زیادتی

وتعدی کی وادی میں اور بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس راہ پر گامزن ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کا راستہ تھا۔ [إغاثة اللهفان ١/١٣٦]

پھر ابن قیم رحمہ اللہ نے مثالیں دے کر لمبی گفتگو فرمائی ہے جو دین کے مختلف نواحی کی مثالیں ہیں کہ جن میں لوگ مختلف اقسام میں منقسم ہیں، جو اصحابِ غلو اور اصحاب تقصیر، اہل اعتدال وتوسط وغیرہ تقسیمات پر مشتمل ہیں، بے شک تمام معاملات میں اعتدال وتوسط کو اختیار کرنا اور غلو وجفاء سے بچنا ہی صحیح منہج اور صراط مستقیم ہے کہ جس پر تمام مؤمنین کو چلنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا تو حقیقی اعتدال وتوسط وہ ہے جس کو اللہ رب العلمین نے اپنے بندوں کیلئے متعین کیا اور ان کے اختیار سے بالاتر کر دیا کہ اس میں وہ ایسی چیز داخل کریں جو اس میں نہیں یا اس سے ایسی چیز نکالیں جو اس میں موجود ہے اسی وصف کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی تعریف کی اور اسی کا ان کو حکم دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾ [سورة الفرقان: ٦٦]

''اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ ہوتی ہے''۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا﴾ [سورة الإسراء: ٢٩]

''اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہوا اور پچھتاتا ہوا بیٹھ جائے''۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾ [سورة الإسراء: ٢٦]

''اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو''۔

ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾ [سورة الأعراف: ٣١]

''اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو''۔

مزید فرمایا:

﴿وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ﴾ [سورة لقمان: ١٩]

''اپنی رفتار میں میانہ روی کر اور اپنی آواز پست کر''۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ

نے فرمایا: ''میانہ روی اختیار کرو، میانہ روی اختیار کرو، تم حق کو پالو گے''۔ [صحیح بخاری (حدیث نمبر ٦٤٦٣)] یعنی تم تمام امور میں میانہ روی اختیار کرو خواہ افعال ہوں یا اقوال اور اعتدال دو جانب کا درمیانہ حصہ ہے۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تم درمیانی راہ اختیار کرو جو شخص دین میں تشدد برتے گا وہ اس پر غالب ہوگا''۔

[مسند أحمد ٥/٣٥٠، ٣٦١، شیخ البانی نے صحیح الجامع میں اسے صحیح کہا ہے (حدیث نمبر ٤٠٨٦)]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سنت میں میانہ روی بہتر ہے، بدعت میں اجتہاد کرنے سے۔ [شرح اعتقاد اہل السنۃ ١/٨٨]

تو اللہ تعالیٰ کا دین وسط ہے اس میں نہ غلو ہے اور نہ جفاء اور سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو معتدل اور متوسط ہیں جو تفریط کرنے والوں کی کمی سے بالاتر رہے جیسا کہ وہ حد کو پھلانگنے والوں کے غلو سے منزہ رہے انہوں نے سید المرسلین کے طریقہ کو لازم پکڑا جو رب العلمین کا برگزیدہ تھا تمام لوگوں کا نمونہ تھا جس کا نام محمد بن عبد اللہ تھا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ہو آپ پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ چند فوائد اور دروس ہیں جن سے حاجی حج میں مستفید ہوتا ہے جیسا کہ سابقہ سطور میں گزرا کہ حج عظیم دروس اور روشن نصائح اور موثر فوائد کا مرقع ہے مگر لوگ ان کے حصول میں متفاوت ہیں کسی

کو زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کسی کو کم اپنی جد وجہد کے مطابق ہر کسی کو وہ ملتے ہیں، کیونکہ بعض قلوب ایسے ہوتے ہیں جو علم عظیم کو سمیٹے ہوئے ہوتے ہیں گویا کہ وہ ایک وادی ہے جس میں بہت سارا پانی ہے اور بعض قلوب چھوٹے ہوتے ہیں گویا وہ ایک چھوٹی سی وادی ہے وہ تھوڑا سا علم لئے ہوئے ہوتے ہیں، اور بعض قلوب غافل ہوتے ہیں ہیں جن کو غفلت نے ڈھانپ لیا ہے علم کو سرایت ہونے کا موقع نہیں ملتا، اور توفیق اللہ کے ہاتھ ہے، تو ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں وہ ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی دولت سے نوازے اور ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت سے آباد کرے بے شک وہ دعاء کو قبول کرنے والا ہے وہ اس کا اہل ہے کہ اس سے ہم امیدیں باندھیں وہ ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین مددگار ہے۔

اغراض ومقاصد مرکز الدعوۃ والارشاد مدینہ منورہ

☆ مرکزی دفتر میں عربی اور دیگر زبانوں میں اسلامی کیسٹوں کی تقسیم کے لئے آڈیو لائبریری کا قیام۔

☆ زائرین اور مقالہ نگاروں کے لئے پبلک لائبریری کا قیام۔

☆ عربی اور دیگر زبانوں یعنی انگریزی فرانسیسی اردو انڈونیشی اور بنگالی میں کتب ورسائل کی تقسیم کے لئے شعبہ نشر واشاعت کا قیام۔

☆ مرکز کے اراکین جو شعبہ دعوت وتبلیغ سے متعلق ہیں ان دینی سوالات کے تسلی بخش جوابات دینے کے لیے مرکز میں تشریف لاتے ہیں۔ جو بذریعہ ٹیلیفون یا براہ راست مرکز میں آکر پوچھے جاتے ہیں۔ جبکہ سماجی مسائل کے حل کی بھی کوشش کی جاتی ہے۔

☆ سرکاری اداروں اور فوجی مراکز میں مستقل دعوت وتوجیہ کا بندوبست۔

☆ مساجد میں یومیہ دروس کا اہتمام اور بڑی مساجد میں ہفتہ واری لیکچرز کا بندوبست۔

☆ مدینہ سے ملحق دیہات میں ہفتہ وار دعوتی قافلوں کی روانگی۔ جن میں مستقل دعاۃ اور رضاکار دعاۃ شریک ہوتے ہیں۔

☆ مرکز ایام حج میں اپنی سرگرمیاں تیز تر کردیتا ہے۔ جب کہ دعاۃ حجاج میں دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں دن ورات ایک کردیتے ہیں۔ اور حج سے متعلق کتب بھی وسیع پیمانے پر تقسیم کرتے ہیں۔

شائع کردہ مرکز الدعوۃ والارشاد مدینہ منورہ

رقم الإيداع : ١٤٢٣ / ٥٩٩٤

ردمك : ٩٩٦٠-٩٤١٥-٠-٧

مطابع الرشيد ☎ ٨٣٦٨٣٨٢